ناشر
عبداللہ حنیف
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز ملتان
0300-6301040

ضابطہ

کتاب:.................نسوانی طبعی خون کے احکام

تالیف:.................فضیلۃ الشیخ محمد بن الصالح رحمہ اللہ

ترجمہ وتخریج:.........حافظ ریاض احمد عاقب

تزئین:.................ابومیسون اللہ بخش

باراوّل:.................اپریل 2009ء

تعداد:.................1100 نسخے

ناشر:.................عبداللہ حنیف

ہدیہ:.................150 روپے

رابطہ

عبداللہ حنیف

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز ملتان

0300-6301040

Printed by Aatkah Printers for Abu Maisoon Allah Bakhsh,
Al-Kitab Graphics, Multan, Tel:03216345534

ISBN-978-969-9337-13-0

انتساب

کائنات کے آخری معصوم عن الخطاء

خاتم النبیین، محسن انسانیت

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

کے نام معنون کر کے

سعادت اُخروی کا خواہستگار ہوں۔

ناشر

فہرست مضامین

☆☆☆☆☆☆

تقریظ از فضیلة الأستاذ المحدّث

محمد رفیق أثری حفظه اللّٰہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا شمار اس دور کے اکابر فقہاء میں ہوتا ہے۔ فتاویٰ کے میدان میں ان کی مساعی حسنہ سے اہل علم طبقہ واقف ہے۔ "الدماء الطبیعیة للنساء" ان کا ایک نادر علمی تحفہ ہے۔ بالعموم مستورات حیض، استحاضہ اور نفاس کے مسائل سے ناواقف ہوتی ہیں۔

کتاب وسنت کی روشنی میں ان کی آگہی انتہائی ضروری ہے۔ اسی احساس کے تحت شیخ مکرم نے مذکورہ رسالہ عربی میں تحریر فرمایا تھا۔ اردو دان طبقہ کے لئے اس کی تفہیم مشکل تھی۔ عزیزی مولانا حافظ ریاض احمد عاقب نے اس کے اردو ترجمہ کی کوشش کی ہے اور احادیث وآیاتِ قرآن پاک کی تخریج بھی کردی ہے۔ جس سے متعلقہ مسائل سمجھنے میں آسانی پیدا ہوگئی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حافظ صاحب کو اجر جزیل عطا کرے۔

واللہ ولی التوفیق .

کتبه:

محمد رفیق اثری حفظه الله تعالیٰ

شیخ الحدیث دار الحدیث محمدیه

جلال پور پیر والا

التاریخ: ٠٤-٠٥-١٤٣٠ھ

تقریظ از: فضیلۃ الأستاذ الفاضل محمد بن عبداللہ حفظہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا و مصلّیا و مسلّما علی النبی ﷺ

زیرِنظر رسالہ ''نسوانی طبعی خون کے احکام'' جو دراصل ''الدماء الطبیعیة للنساء'' کا ترجمہ ہے جسے فضیلۃ الشیخ الفاضل الماہر محمد بن صالح العثیمین ؒ نے تصنیف کیا ہے چونکہ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے تو افادۂ عام کے لئے عزیزی فاضل حافظ ریاض احمد۔ مدرس مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان۔ نے اردو میں سلیس ترجمہ کیا ہے اور ساتھ ہی اس کی تخریج بھی کی ہے اور بعض مقامات پر راجح اقوال کا تذکرہ بھی کیا ہے بندہ احقر نے اصل کتاب اور اس کے اردو ترجمہ دونوں کا موازنہ کیا ہے۔ اور اسے بنظر عمیق پڑھا ہے تو یہ بات واضح ہوئی کہ جناب مترجم صاحب نے کوشش کی ہے کہ عربی کتاب کا مکمل ترجمہ بھی آجائے اور مفہوم بھی واضح ہوجائے تاکہ قارئین حضرات اس کتاب سے کامل استفادہ کرسکیں۔

اس کتاب کی افادیت اس لحاظ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں خواتین کے اہم مسائل کی تفصیلات آگئی ہیں جن پر ان کے مخصوص احکام کا دارومدار ہے۔

نکاح، طلاق، عدت، نماز، روزہ جیسے اہم مسائل جن کی اسلامی معاشرہ میں بہت اہمیت ہے۔ کتاب ھذا کے مطالعہ سے کافی حد تک معلومات حاصل ہوسکتی ہیں خصوصاً اسلامی ذہن رکھنے والی خواتین کیلئے بے حد مفید ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف ؒ اور مترجم صاحب کو اس کارخیر کا اجر عطا فرمائیں۔ آمین

کتبہ:

العبد محمد بن عبداللہ شجاع آبادی

شیخ الحدیث مرکز ابن القاسم الاسلامی

محمود کوٹ۔ بوسن روڈ ملتان

تاریخ 28-02-09

عرضِ مترجم

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیآء والمرسلین أما بعد!

یہ بات عیاں ہے کہ عورت کو ہر دور میں صنفِ نازک سمجھا جاتا رہا ہے لیکن وہ اس بات سے نا آشنا ہے کہ اسے زمانہ قبل از اسلام کے ہر معاشرے اور ہر مذہب میں برائیوں کی جڑ، نجس و ناپاک اور مکروہ و ناپسند گردانا گیا۔

عرب کے طور و اطوار ہوں یا فارس کے رسوم و رواج ہوں، علم و فلسفہ کے گہوارہ یونان کی تہذیب ہو یا ہندوستان کا بت پرستانہ تمدن ہو، اور یا یورپ کی حیران کن ثقافت ہو ہر طرف صنفِ نازک کی تذلیل و تحقیر کے شرمناک مناظر دیکھائی دیتے رہے ہیں۔

حواء کی بیٹیوں پر ظلم و ستم کی دل سوز کہانیاں سنائی دیتی رہی ہیں۔ بناتِ آدم علیہ السلام بے کسی، کمزوری، کم ہمتی کی تصویر نظر آتی رہی ہے۔ عورت کو معاشرے میں جینے کا کوئی حق نہ تھا اسے ذلیل و کمتر خیال کیا جاتا رہا ہے۔ اس کا اندازہ اس رسم سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرد کے مرنے کے بعد عورت کی عدت کے دن اسے ایک چھوٹی سی بند کوٹھڑی میں محصور کر دیا جاتا تھا اور دنیا کے تمام عیش و آرام اس پر حرام ہوتے تھے وہ کسی سے کلام تک نہ کر سکتی تھی پھر عدت کے اختتام پر اسے انتہائی غلیظ پانی کے جوہڑ سے غسل کرنا پڑتا تھا بلکہ یہودیوں کے ہاں جب خواتین کو حیض آتا تھا تو وہ ان سے کنارہ کش ہو جاتے تھے ان کے ساتھ کھانا پینا اور ساتھ رہنا ترک کر دیتے تھے۔ صنفِ نازک کو نجس و پلید سمجھتے تھے۔ ان کے ہاں خاتون کی کوئی قدر و منزلت نہیں تھی۔

جہالت کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں نبی آخر الزماں محسن انسانیت، فخرِ دو عالم، سراپا رحمت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری سے جہاں باقی دنیا کی قسمت بدلی وہیں عورت کو بھی راحت و سکون کا سانس لینا نصیب ہوا۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے عورت کو تحفظ دیا اور معاشرے میں اسے بلند مقام و مرتبہ عطا کیا اور عورت کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے اور اسے تحت الثریٰ سے اٹھا کر ثریا کی بلندیوں تک پہنچایا۔ اسلام نے عورت کو ماں کے روپ، بہن کے روپ، بیوی کی شکل، بیٹی کی شکل میں عزت، عصمت اور عظمت بخشی۔ اسلام نے بیڑیوں اور زنجیروں سے جکڑی ہوئی صنفِ نازک کو بند کوٹھڑی سے نکال کر آزادی کا حق عطا کیا۔

اسلام نے عورت کو طہارت و پاکیزگی کی تعلیمات سے آگاہ کیا اسلام نے جاہلیت کے رسوم و رواج کو پاش پاش کر کے عورت کو اسلامی اصول وضوابط سے روشناس کروایا۔ اسلام نے نظریہ یہود پر کاری ضرب لگاتے ہوئے عورت کے ساتھ دوران حیض کھانے پینے اور گفتگو کرنے کی اجازت دی۔

اسلام نے خاتون کے مسائل و احکام تفصیل کے ساتھ بیان کیے اللہ تعالیٰ نے عورت کی جبلت وفطرت میں حیض ونفاس کا خون ودیعت کر دیا ہے۔ عورت کو اسے اپنے اوپر بوجھ نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ خاص حکمتِ الہیٰ کے تحت اس پر مقدر کیا گیا ہے بعض اوقات خواتین کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی زبان پر حرفِ شکایت لے آتی ہیں۔

وہ حیض اور نفاس کو اپنے اوپر عذابِ الہٰی تصور کرتی ہیں یہ غلط روش ہے عوت کو صبر وتحمل کا مظاہر کرنا چاہیے۔ اور اپنے رب کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ اس کی کوئی چیز بھی حکمت سے خالی نہیں ہے حیض اور نفاس کی بھی خاص حکمت ہے اس کی حکمت کا تذکرہ الشیخ العثیمینؒ نے ''رسالہ ھذا'' مین کیا ہے۔ خواتین کو چاہیے کہ وہ حیض ونفاس کے خون کو اللہ کی لکھت سمجھیں جس طرح حدیث مبارکہ میں آتا ہے۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

کہ ایک مرتبہ ہم حج کرنے نکلے جب ہم ''سرف'' نامی جگہ پہنچے تو مجھے ''حیض'' آ گیا اور میرے پاس جب رسول ﷺ تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''مالک أنفست؟''

(عائشہ) آپ کو کیا ہوا ہے شاید آپ کو حیض آ گیا ہے۔

تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہاں جی!

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''إن هذا أمر كتبه الله على بنات آدم'' (الحديث)

''اس معاملہ کو اللہ نے تمام بناتِ آدم کے حق میں مقدر کر دیا ہے''۔

[صحيح بخاري كتاب الحيض رقم الحديث (294)]

تو حیض ونفاس وغیرہ کے خون کو عذاب تصور نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ عورت کے حق میں عین رحمت ہے۔ بلکہ مسلم عورت کو خوش ہونا چاہیے کہ اسلام نے اسے حیض ونفاس کے دوران نماز وروزے کی رخصت عطا کی ہے۔ (لیکن روزے کی بعد میں قضا دے گی) اور دورانِ حیض ونفاس خاوند و بیوی پر جماع کے سوا کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے اور جماع کی جو پابندی لگائی ہے اس میں بھی دونوں میاں بیوی کی عین مصلحت ہے اور دونوں کی خیر خواہی مطلوب ہے۔

ہمارے ہاں عام خواتین حیض، استحاضہ اور نفاس کے احکام سے نابلد ہوتی ہیں۔ اور انہیں ان کے احکام ومسائل سے واقفیت نہیں ہوتی یا وہ مسائل پوچھنے میں شرم وحیا محسوس کرتی ہیں۔ اسی لیے وہ احکام ومسائل سے ناآشنا رہتی ہیں۔ شریعت کے احکام پوچھنے میں کوئی شرم وحیا اور عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

زیرِ نظر رسالہ ''الدماء الطبيعية'' جسے عالم عرب کے جید عالم دین علامہ محمد بن صالح العثیمینؒ نے تحریر کیا ہے۔ اس ''رسالہ'' میں الشیخ العثیمینؒ نے نسوانی طبعی خون اور ان کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اور الشیخؒ موصوف نے ان کے احکام کی ہر ہر جزئیات پر بحث کی ہے اس رسالہ کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ علامہ موصوفؒ نے ان احکام کو مدلل انداز میں پیش کیا ہے بلکہ آپ کی ہر کتاب کی یہ خوبی ہے وہ مدلل اور کتاب وسنت کی روشنی میں تحریر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے راقم کو اردو ترجمے کی توفیق عطا کی ہے۔ راقم نے اپنی وسعت کے مطابق ترجمہ وتخریج کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض مقامات پر رسالہ کو مفید اور جامع بنانے کی غرض سے ''تعلیقات'' اور راجح اقوال کا تذکرہ بھی

کیا ہے۔اور ''رسالہ'' کے شروع میں علمی دنیا کے بے تاج بادشاہ الشیخ العثیمینؒ کے زندگی حالات قلمبند کیے ہیں تاکہ قارئین کرام ان کے مقام ومرتبہ سے آشنا ہوسکیں۔

آخر میں اپنے استاذِ محترم شیخ الحدیث محمد بن عبداللہ حفظہ اللہ اور خاص کر شیخ مکرم محمد رفیق اثری محدث جلال پوری حفظہ اللہ کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے بے پناہ علمی وتدریسی مصروفیات کے باوجود اس ''رسالہ'' کو بغور پڑھا اور مفید مشہوروں سے نوازا اور دونوں شیوخ نہایت حوصلہ افزا تقریظ تحریر کی۔اس سے مجھے جو حوصلہ ملا وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے اللہ عزوجل ان کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطاء کرے (آمین)

اسی طرح میں ممنون ومشکور ہوں جناب عبداللہ حنیف صاحب کا جنہوں نے ''رسالہ'' کی اشاعت میں بھر پور تعاون کیا اس موقع پر میں اپنی مسز کا بھی شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے اس رسالہ کے ترجمہ کے دوران مجھے قیمتی آراء سے نوازا۔

انتہائی ناسپاسی ہوگی اگر میں عزیزم محمد سلیم صاحب کا تذکرہ نہ کروں جنہوں نے ''رسالہ'' ھٰذا کو کمپوز کیا اور محترم جناب ابومیسون اللہ بخش (الکتاب گرافکس) کا ذکر کہ جنہوں نے اس رسالہ کی تزئین وآرائش کی اور اپنی خصوصی توجہ ونگرانی میں طباعت کے مراحل سے گزار کر ہم تک اسے پہنچایا۔

آخر میں اللہ کے حضور دست بدعا ہیں کہ رب کائنات اس حقیری کاوش کو خالص اپنی ذات کیلئے قبول کرے۔اور اس رسالہ کو ماؤں، بہنوں کیلئے فائدہ مند بنائے۔اور ہمارے لئے باعثِ رحمت اور صدقہ جاریہ بنائے۔(آمین یارب العالمین)

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک أنت التواب الرحیم.

تحریر:

حافظ ریاض احمد عاقب

مدرس مرکز ابن القاسم الاسلامی

محمود کوٹ بوسن روڈ ملتان۔

0334-6068878

تاریخ 28-02-09

مؤلف کے حالات زندگی

فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين رحمه الله تعالىٰ

نام وکنیت

أبو عبدالله محمد بن صالح بن محمد عثيمين المقبل الوهيبي التميمي

مولد ومسکن

شیخ رحمہ اللہ 28 رمضان المبارک 1347ھ کو سعودی عرب کے علاقہ ''القصیم'' کے ایک شہر ''عُنیزہ'' میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت

الشیخ العثیمینؒ کے گھر کا ماحول بہت علمی اور دینی اقدار کا حامل تھا۔ آپ کے نانا جان الشیخ عبدالرحمٰن بن سلمان الدامغ خود علم وعمل کے پیکر تھے۔ شیخؒ موصوف نے اپنے نانا عبدالرحمٰن بن سلیمان الدامغ سے صغر سنی میں قرآن کریم حفظ کیا، پھر شیخؒ دوسرے علوم کی طرف راغب ہوئے، خط، ریاضی اور ادب کے دوسرے علوم وفنون سیکھے۔ شیخؒ موصوف ذہانت وفطانت سے نوازے گئے تھے۔ ''قصیم'' کا علاقہ علمی اعتبار سے مشہور ومعروف رہا ہے۔ یہاں بڑے بڑے علمی مراکز قائم ہیں۔ اس وجہ سے شیخؒ کو بہترین علمی ماحول میسر رہا آپ نے اس سے خوب استفادہ کیا۔

آپ کے اساتذہ وشیوخ

شیخؒ نے متعدد علماء کرام ومشائخ عظام سے شرفِ تلمذ کیا ہے سب سے زیادہ استفادہ آپ نے ''قصیم'' کے مشہور ومعروف عالمِ دین فضیلۃ الشیخ العلامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ صاحب ''تفسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام المنان'' سے کیا ہے۔ ان سے آپ نے توحید، تفسیر، حدیث و اصول حدیث، فقہ واصولِ فقہ، صرف ونحو، فرائض اور دیگر علوم حاصل کئے الشیخ سعدیؒ کی زندگی

میں شیخؒ صالح نے ''عنیزہ'' کے معہد علمی میں دو سال تعلیم حاصل کی۔

الشیخ السعدیؒ کے علاوہ آپ نے سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ مفتی اعظم سعودی عرب سے ''صحیح بخاری'' شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے بعض رسائل اور بعض فقہی کتب پڑھیں اور الشیخ عبدالرحمن بن علی عودانؒ سے علم الفرائض اور فقہ کا علم حاصل کیا۔

اور الشیخ علی بن احمد الصالحؒ اور الشیخ محمد بن عبدالعزیز المطوعؒ سے ''مختصر العقیدة الواسطیة''منهاج السالكين فی الفقه، أجرومية اور الفيه کا سبق لیا

اوراسی طرح علامہ الشیخ محمد أمینؒ بن محمد مختار الشنقیطی سے کسب فیض کیا۔

آپ کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ کا حلقہ وسیع تر ہے مملکت سعودی عرب میں اکثر لوگ شیخ رحمہ اللہ کے تلامذہ ہیں۔ جن میں ڈاکٹرز، انجینئرز، ائمہ کرام اور عدالتوں کے جج حضرات آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ مملکت سعودی عرب کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک سے بھی کثیر تعداد میں لوگوں نے آپ سے شرفِ تلمذ کیا ہے۔

علمی ودعوتی خدمات

شیخؒ موصوف نے 1371ھ میں باقاعدہ تدریس کا سلسلہ شروع کیا. جب مملکت سعودی عرب کے علاقہ ''الریاض'' میں علمی درس گاہ کھلی تو شیخؒ دوبارہ 1372ھ میں داخل ہو گئے اور 1374ھ کو وہاں سے فراغت کے بعد ''عنیزہ'' کی علمی درسگاہ میں مدرس مقرر ہو گئے۔

اپنے استاذِ گرامی فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ کی وفات کے بعد آپ ''عنیزہ'' کی جامع مسجد کے امام وخطیب مقرر ہوئے۔ جس مسجد میں آپ کے استاذ نے خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ اسی میں اپنے استاذ کے جانشین خطیب بنے اور تقریباً 45 سال تک اسی جامع مسجد میں امام وخطیب کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

''عنیزہ'' کی علمی درسگاہ کے بعد آپ کافی عرصہ تک ''قصیم'' کی مشہور یونیورسٹی

''جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية ''میں کلیۃ الشریعہ اور اُصول الدین میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس کے علاوہ شیخ ؒ مملکت سعودی عرب میں مجلس کبار العلماء کے اہم رکن بھی رہے۔

اور یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم ؒ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ نے آپ کو قضاۃ کا عہدہ پیش کیا لیکن آپ نے ان سے معذرت کر لی۔

اس کے علاوہ شیخ ؒ کے علمی، تحقیقی لیکچرز، خطبات اور تالیفات سے آج بھی بے شمار لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔

آپ کی شخصیت

شیخ عثیمین ؒ اپنے دور کی بڑی باکمال شخصیت تھے وہ اپنے وقت کی اہم عہد ساز شخصیت تھے۔ خوف و للّٰہیت زہد وورع کے ساتھ ساتھ اللہ عز وجل نے انہیں ذہانت، فطانت، برجستہ گوئی، حاضر جوابی حق گوئی، راست بازی، حافظہ اور وسعت نظر سے نوازا تھا۔ آپ بلند پایہ مربی، معلم، مدرس اور مبلغ تھے۔ توحید کی دعوت، اسلام کا احیاء، سنت سے تمسک، عقیدہ سلف صالحین کی اشاعت، فکر محدثین کا فروغ، فقہ اور حدیث میں تطبیق، افکارِ امام احمد بن حنبل ؒ اور ابن تیمیہ ؒ کی اشاعت ان کا طرہ امتیاز تھا۔

اور امت مسلمہ کا درد، ہر عام وخاص کی بھلائی کا جذبہ ان کے اندر کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا۔

الغرض الشیخ العثیمین ؒ کو سماحۃ الشیخ علامہ ابن باز رحمہ اللہ کے بعد عالم اسلام کی دوسری بڑی شخصیت ہونیکا اعزاز حاصل ہے۔

آپ ؒ کی تصانیف

شیخ ؒ تقریباً پچاس سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ نے مختلف میدان میں علمی آثار چھوڑے ہیں۔ عقیدہ، فقہ، حدیث، اخلاق، زہد وسلوک، بیوع اور معاملات کے موضوع پر آپ کا علمی وتحقیقی سرمایا موجود ہے۔ جس سے ہر عام وخاص مستفید ہو رہے ہیں۔

آپ کی تقاریر اور علمی محاضرات کی مدد سے بعض کتب مرتب کی گئی ہیں ۔ان کے علاوہ آپ کے فتاوی جات کی اب تک اٹھارہ جلدیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔

شیخ رحمہ اللہ کی بعض مشہور کتب ہم یہاں ذکر کر رہے ہیں۔

(1) فتح رب البرية بتلخيص الحموية .

(2) الأصول من علم الأصول .

(3) مصطلح الحديث .

(4) الرسالة فى كفر تارك الصلاة .

(5) مجالس رمضان .

(6) الأضحية والذكاة .

(7) تسهيل الفرائض .

(8) شرح لمعة الاعتقاد .

(9) شرح عقيدة الواسطية .

(10) القواعد المثلى فى صفات أسما ئه الحسنى.

(11) تخريج أحاديث الروض المربع .

(12) رسالة الحجاب .

(13) تفسير آية الكرسى .

(14) نيل الأرب من قواعدا بن رجب.

(15) الضياء اللامع من الخطب الجوامع.

(16) من مشكلات الشباب .

(17) أصول التفسير .

(18) الابداع فى كمال الشرع و خطرا الابتداع .

(19) القول المفيد شرح كتاب التوحيد.

(20) الشرح الممتع على زاد المستقنع.

(21) أثرالمعاصي على الفردو المجتمع.

(22) شرح رياض الصالحين .

(23) مختارات من زاد المعاد.

(24) إزالة النار عن الجوابّ المختار لهداية المحتار .

(25) شرح نزهة النظر.

(26) زاد الداعية إلى الله عزوجل .

(27) أصول وقواعد و نظم على بحرالر جز .

(28) حقوق دعت إليهاد الفطرةوقررتها الشريعة.

(29) الخلاف بين العلماء أسبابه وموقفنامنه.

(30) الرسالةفي الطلاق الثلاث واحدة ولو بكلمات .

(31) الدماء الطبعية للنساء .

ان مذکورہ کتب سے آپ حضرات شیخؒ کے علمی قدرومنزلت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شیخؒ کو کس قدر علم سے نوازا ہوا تھا۔

آپ کی وفات

جب آپ بیمار ہوئے تو آپ کو سرکاری طور پر امریکا علاج کیلئے بھیجا گیا اور آپ کے آرام کا خاص خیال رکھا گیا لیکن آپ نے امریکہ جا کر آرام کی بجائے ڈاکٹروں کے منع کرنے کے باوجود خطبہ ارشاد فرمایا۔ صحت یاب ہو کر واپس آئے اور آ کر وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ دسمبر 2000ء میں دوبارہ آپ کی طبیعت خراب ہوئی۔ آپ کو کنگ فیصل ہسپتال ریاض میں داخل کروایا گیا۔ دورانِ علاج رمضان کا مہینہ آیا تو مکہ جانے کا اصرار کیا۔ بیماری اور نقاہت کے باوجود باب

عمر کی دوسری منزل پر خصوصی کمرہ کا بندوبست ہوا اور وہاں سے پورے حرم میں آپ کی آواز سے فتاوٰی اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا۔

29 رمضان کو آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو آپ کو کنگ فیصل ہسپتال جدہ لایا گیا۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت نہ سنبھلی۔ وفات کے چند روز قبل آپ نے وصیت تحریر کی جس میں عالم اسلام کو تفسیر پڑھنے اور قیام اللیل اور سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی آخری آیات کی تلاوت اور ذکر و اذکار اور شریعت پر پابندی کی تلقین کی گئی۔ 15 شوال 1421ھ بمطابق 10 جنوری 2001 بروز بدھ شام 6 بجے شدید علالت کی بناء پر عالمِ اسلام کے جلیل القدر محدث، فقیہ، محقق عالمِ دین، مخلص، عالم باعمل، مشفق ومربی مدرس، زہد وورع کے پیکر ہم سے جدا ہو گئے۔ جمعرات کو بعد نماز عصر مسجد الحرام میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی اور مکہ کے قبرستان جنت المعلی میں متعدد اصحاب رسول ﷺ کے ساتھ الشیخ عبدالعزیز باز رحمہ اللہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (1)

آپ نے ورثاء میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی۔ آپ کی وفات پر تمام عالمِ اسلام میں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اللہ سے دعا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کے درجات بلند کرے۔ (آمین)

اے وائے گلِ اجل کیا خوب تھی تیری پسند
وہ پھول توڑا کہ ویران کر گیا سارا چمن

(1) تفصیل کیلئے حالات دیکھو: [مقدمة شرح الممتع (7/1) اور مجموع فتاوی (9/1) از الشیخ العثیمین رحمه الله]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم از مؤلف

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نتوب الیہ و نعوذ باللہ من شرور أنفسنا ومن سیأت أعمالنا، من یھدہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ وأشھدأن لا الہ إلا اللہ وحدہ لا شریک لہ وأشھدأن محمدا عبدہ ورسولہ ﷺ وعلی آلہ وأصحابہ ومن تبعھم باحسان إلی یوم الدین وسلم تسلیما أما بعد:

یقیناً حیض، استحاضہ اور نفاس کا خون جو عورت کو لاحق ہوتا ہے۔ ایسے اہم امور سے ہے کہ جس کے بیان کرنے اور جس کے احکام کی پہچان کرنے اور جس میں اہل علم کے صحیح اقوال میں سے غلط اقوال کو الگ کرنے کی ضرورت وحاجت پیش آتی ہے۔ تو اس بارے جس قول کو راجح قرار دیا جائے گا یا کمزور قرار دیا جائے گا اس کا اعتماد کتاب وسنت کی روشنی میں ہوگا۔ کیونکہ یہ دونوں بنیادی مصدر ہیں۔ جن پر ایسے احکامِ الٰہی کی بنیاد رکھی گئی ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عبادت کے لئے منتخب کیا اور ان احکام کا مکلف ٹھہرایا ہے۔

اور اسی طرح کتاب وسنت پر اعتماد کرنے میں دل کا اطمینان وسکون، سینے کی کشادگی، نفس کی خوشی اور ذمہ داری کا پورا ہونا ہے اور اسی طرح (کتاب وسنت کے علاوہ) جو دوسرے مصادر ہیں ان سے حجت لی جاتی ہے نہ کہ خود ان کو حجت مانا جاتا ہے کیونکہ راجح قول کے مطابق حجت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام میں ہے اور اسی طرح اہل علم صحابہ کرامؓ کے فرامین میں ہے۔ بشرطیکہ وہ فرامین کتاب وسنت کے مخالف نہ ہوں اور دوسرے صحابی کا قول بھی اس کے خلاف نہ ہو اگر وہ کتاب وسنت کے خلاف ہے تو پھر کتاب وسنت کو اُخذ کرنا واجب ہے اور اگر دوسرے صحابی کا قول اس کے خلاف ومعارض ہوا تو پھر ان دونوں اقوال کے درمیان ترجیح مطلوب ہوگی اور ان دونوں میں جو راجح قول ہوگا اس کو لے لیا جائے گا۔

کیونکہ اللہ کا فرمان ہے۔

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾(1)

''اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کر بیٹھتے ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ انجام کے اعتبار سے بہتر اور اچھا ہے''

یہ مختصر سا رسالہ ہے جس میں ''نسوانی طبعی خون'' اور ان کے احکام بیان کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے اور یہ رسالہ مندرجہ ذیل فصول پر مشتمل ہے۔

(پہلی فصل) [حیض کے معانی اور حکمت کے متعلق]

(دوسری فصل) [حیض کے زمانے اور مدت کے متعلق]

(تیسری فصل) [حیض پر اچانک طاری ہونے والے امور کے متعلق]

(چوتھی فصل) [استحاضہ اور اس کے احکام کے متعلق](2)

(پانچویں فصل) [نفاس اور اسکے احکام کے متعلق]

(چھٹی فصل) [ادویہ کے ذریعے حیض کو روکنے یا لانے اور ادویہ کے ذریعے حمل روکنے یا ساقط کرنے کے بارے ہیں]

(۱)[دیکھو: ''سورۃ النساء'' آیت نمبر(59)]

(2) قلت: مؤلفؒ نے مقدمہ میں ''چوتھی فصل'' استحاضہ اور اس کے احکام کی بنائی ہے لیکن کتاب میں اس کو ''پانچویں فصل'' پر رکھا ہے اور ''چوتھی فصل'' میں حیض کے احکام کا تذکرہ کیا ہے۔

پہلی فصل

(حیض کا معنی اور حکمت

لغوی معنی

لغت میں ''حیض''(Menses) کا معنی ''کسی چیز کا بہنا'' اور ''ماہواری کا خون جاری ہونا'' ہے۔

شرعی معنی

''وہ خون جو خاتون کو طبیعت کے تقاضا کے ساتھ بغیر کسی سبب کے معلوم اوقات میں آتا ہے'' اور یہ طبعی خون ہے۔ مرض، زخم، سقط اور ولادت اس کے آنے کا سبب نہیں ہیں۔

اور جبکہ یہ طبعی خون ہے تو یہ (خون) عورت کی حالت، ماحول اور فضا کے اعتبار سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ اور اسی لیے خواتین اس میں ظاہری طور پر مختلف ہوتیں ہیں۔ (1)

حیض کی حکمت

بچہ جب اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس کیلئے غذا کھانا ناممکن ہوتا ہے جس طرح پیٹ سے باہر کھاتا ہے اور مخلوق میں سب سے زیادہ بچہ سے رحم کرنے والی (ماں) کیلئے بھی ممکن نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بچہ کو کچھ نہ کچھ خوراک پہنچا سکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ عورت کے اندر خون کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پیدا کر دیتا ہے جس کے ذریعہ بچہ (بغیر کسی کھانے اور ہضم کرنے کے) ماں کے پیٹ میں غذا حاصل کرتا ہے۔

یہ خون کے ذرات بچے کے جسم میں ناف کے ذریعہ پہنچتے ہیں جہاں سے خون بچہ کی رگوں میں

(1) یعنی کسی کو ماہواری مہینے کے شروع میں، کسی کو درمیان میں اور کسی کو آخر میں ہوتی ہے اور خون کا رنگ بھی مختلف ہوتا ہے۔

سرائیت کرتا ہے تو بچہ اس خون سے خوراک حاصل کرتا ہے۔(فتبارک اللہ أحسن الخالقین)
اس حیض میں یہی حکمت پنہاں ہے۔اس وجہ سے جب خاتون حاملہ(Pregnant)ہوتی ہے تو اسے حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔نادر صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔اور اسی طرح ایامِ رضاع میں اکثر عورتوں کا حیض بند ہو جاتا ہے بالخصوص ابتدائی ایام میں۔

دوسری فصل

(حیض کے زمانے اور مدت کے متعلق)

اس فصل میں کلام دو مقامات پر ہوگی۔

پہلا مقام: ایسی عمر جس میں حیض آتا ہے۔

دوسرا مقام: حیض کی درست مدت کے متعلق۔

پہلا مقام: حیض کا زمانہ

غالب طور پر جس عمر میں عورت کو حیض آتا ہے وہ 12 سے لیکر 50 سال کے درمیان ہے۔ کبھی کبھار عورت اپنی حالت، ماحول اور آب وہوا کے اعتبار سے مذکورہ مدت سے پہلے یا بعد میں بھی حائضہ ہو جاتی ہے۔

علماء کرام نے اس بارے اختلاف کیا ہے آیا کہ اس عمر کی کوئی حد متعین ہے جس میں خاتون کو حیض آتا ہے؟ تا کہ معلوم ہو سکے کہ عورت کو اس عمر سے پہلے یا بعد میں حیض نہیں آتا۔ اور اسی طرح جو خون حد مقررہ سے پہلے یا بعد میں خاتون کو آئے گا وہ خون خرابی مزاج سے ہوگا حیض کا نہیں ہوگا؟ اس بارے علماء کرام نے اختلاف کیا ہے اختلاف ذکر کرنے کے بعد امام دارمیؒ نے فرمایا ہے:

"یہ سب میرے نزدیک غلط ہے کہ تمام مراحل میں مرجع حیض کے پائے جانے کی طرف ہے تو جونسی حالت اور عمر میں جس قدر بھی خون پایا جائے اس کو حیض شمار کرنا واجب ہے"(1)

اور یہ جو بات امام دارمیؒ نے فرمائی ہے یہی درست ہے اور اسی کو امام ابن تیمیہؒ نے پسند کیا ہے۔(2)

---

(1) [دیکھو: المجموع شرح المهذب (401/2) از امام نوویؒ]

(2) [دیکھو تفصیل کیلئے مجموع الفتاوی (623/21)، (240/19) از امام ابن تیمیہؒ]

پس جب عورت حیض کا خون دیکھے گی تو وہ حائضہ ہوگی۔

اور چاہے وہ نو سال سے کم یا 50 سال سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حیض کے احکام حیض آنے پر متعین کئے ہیں اس کے لئے کوئی عمر مقرر نہیں کی۔ تو اس میں حیض آنے کی طرف رجوع واجب ہے جس کے وجود پر احکام معلق کیے گئے ہیں اور حیض کے لئے معین عمر کی حد بندی کرنا کتاب وسنت کی دلیل کی محتاج ہے۔ اور حالانکہ اس بارے کوئی دلیل نہیں ہے۔

دوسرا مقام: حیض کی مدت

اور دوسرا مقام حیض کی مدت یعنی حیض کے زمانہ کی مقدار کے بارے ہے۔ اس بارے علماء کرام کے تقریباً چھ یا سات اقوال ہیں۔

بقول امام ابن منذرؒ:

''ایک گروہ نے کہا ہے کہ حیض کے کم یا زیادہ ایام کی حد مقرر نہیں ہے''۔ (1)

میں کہتا ہوں دارمی کے گذشتہ قول کی طرح یہی درست ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اسی کو پسند کیا ہے کیونکہ کتاب وسنت اور قیاس صحیح اسی پر دال ہیں۔ (2)

پہلی دلیل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ (3)

''وہ آپ ﷺ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو وہ گندگی ہے حیض کے ایام میں عورتوں

---

(1) [دیکھو: المجموع (409/2) از علامہ نووی]

(2) قلت: یہی قول راجح ہے مزید تفصیل کیلئے ''السیل الجرار'' (142/1) از علامہ شوکانی اور ''الروضة الندية'' (184/1) از علامہ صدیق حسن خاں قنوجیؒ ملاحظہ کریں۔

(3) [سورۃ البقرۃ آیت نمبر 222]

سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب مت جاؤ“

تو اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے رکنے کی انتہا ”طہر“ (پاکی) بنائی ہے اور ایک رات اور دن گزرنے، تین دن یا 15 دنوں کو غایت نہیں بنایا تو اس پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ عورت سے الگ رہنے کے حکم کی علت حیض ہی ہے۔ (پائے جانے اور نہ پائے جانے کے اعتبار سے) جب بھی حیض پایا جائے گا تو حکم ثابت ہو جائے گا اور جب خاتون حیض سے پاک ہو جائے گی تو حیض کے احکام بھی زائل ہو جائیں گے۔

دوسری دلیل

صحیح مسلم سے ثابت ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: (جب وہ عمرہ کے احرام کی حالت میں حائضہ ہوگئی تھی)

”(افعلی ما يفعل الحاج غير أن لا تطوفی بالبيت حتى تطهری قالت فلما كان يوم النحر طهرت)“الحدیث (1)

”طواف کے علاوہ ہر وہ عمل کرو جو کہ ایک عام حاجی کرتا ہے یہاں تک کہ تو پاکی حاصل کرے۔ فرماتی ہیں میں قربانی کے دن پاک ہوگئی تھی“۔

اور صحیح بخاری میں ہے آپ ﷺ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا

(انتظری فا ذا طهرت فاخرجی إلى التنعيم) (2)

”انتظار کرو جب حیض سے پاک ہو جاؤ تو مقام تنعیم کی طرف نکل جانا۔“ (احرام عمرہ کے لئے)

تو آپ ﷺ نے طواف نہ کرنے کی غایت ”طہر“ بنائی ہے۔ اور معین مدت غایت نہیں بنائی۔ یہ حدیث دلیل ہے حیض کے ہونے یا نہ ہونے پر حکم لاگو ہوتا ہے۔

---

(1) [دیکھو: صحیح مسلم كتاب الحج باب بيان وجوه الاحرام (311/7) رقم (120)

(قلت): مذکورہ روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے (دیکھو: صحیح بخاری (485/1) رقم (503) مع الفتح)

(2) [دیکھو: صحيح بخاری كتاب العمرة باب أجرة العمرة على قدر النصب (610/3) رقم (1787) اور صحیح مسلم كتاب الحج باب وجوه الاحرام (315/7) رقم (126)]

تیسری دلیل

یقیناً حیض کی مدت کے اندازے اور تفصیلات جن کو فقہاء کرام نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے یہ کتاب وسنت میں موجود نہیں ہیں باوجود اس کے کہ حاجت بلکہ ضرورت ان کے بیان کرنے کی متقاضی تھی۔ اگر ان ''تقدیرات وتفصیلات'' کا تعلق ایسے امور سے ہوتا جن کا سمجھنا اور اس کے ساتھ اللہ کی بندگی کرنا بندوں پر واجب ہوتا تو اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ضرور ہر کسی کیلئے بیان کر دیتے یہ ان احکام کی اہمیت کے پیشِ نظر جن پر نماز، روزہ، نکاح، طلاق، وراثت اور دوسرے احکامات مرتب ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ نے نمازوں کی تعداد، اوقات، رکوع اور سجود اور زکوٰۃ کا مال، نصاب، مقدار اور مصرف، اور روزے، روزوں کی مدت اور زمانہ، اور حج اور جو اس سے چھوٹے احکام ہیں حتی کہ کھانے پینے، نیند کرنے، جماع کرنے اور بیٹھنے، گھر میں داخل ہونے اور نکلنے کے آداب اور قضائے حاجت کے آداب بیان کیے ہیں۔ یہاں تک ڈھیلوں کی تعداد بھی بیان کی ہے علاوہ ازیں چھوٹے اور بڑے امور (جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل کیا ہے اور اپنے مؤمنین بندوں پر نعمت کو مکمل کیا ہے) بھی بیان کیے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (1)

''اور ہم نے آپ پر جو کتاب اتاری ہے وہ ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (2)

''یہ قرآن کوئی من گھڑت بات نہیں ہے بلکہ یہ پہلی (کتب کی) تصدیق کرنے والا اور ہر چیز کی تفصیل بیان کرنے والا ہے''

---

(1) [دیکھو: سورۃ النحل آیت نمبر (89)]

(2) دیکھو: سورۃ یوسف آیت نمبر (111)]

جب یہ حیض کی مدت کے اندازے قرآن حکیم اور نہ ہی سنتِ رسول علیہ ﷺ میں پائے جاتے ہیں تو واضح ہوا ان اندازوں اور تفاصیل پر کوئی اعتماد نہیں ہے۔اعتماد صرف حیض کے نام پر ہے جس پر شرعی احکام وجود اور عدمِ وجود کے اعتبار سے معلق کیے گئے ہیں۔اور یہ دلیل یعنی کتاب وسنت میں حکم کا عدم ذکر دلیل ہے اس کے عدم اعتبار کی۔ یہ دلیل تجھے اس مسئلہ اور اس کے علاوہ دوسرے علمی مسائل میں بھی نفع دے گی کیونکہ احکام شرعیہ صرف اور صرف دلیل شرعی یعنی کتاب اللہ، سنت رسول، معروف اجماع اور قیاسِ صحیح سے ثابت ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اپنے ''قاعدہ'' میں فرمایا ہے:

''اور ان میں سے ایک حیض کا نام بھی ہے اللہ تعالیٰ نے کتاب وسنت میں متعدد احکام اس کے ساتھ معلق کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حیض کے اقل اور اکثر کا تعین اور دو حیضوں کے درمیان طہر کا تعین نہیں جبکہ اس کی ضرورت تھی اور لغت سے بھی اس کا تعین نہیں ہے تو جس نے اس بارے کوئی حد مقرر کی اس نے قرآن وسنت کی مخالفت کی'' اھ۔(1)

چوتھی دلیل: اعتبار یعنی قیاسِ صحیح

اللہ تعالیٰ نے حیض کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ''اَذٰی'' (گندگی) ہے جب بھی حیض پایا جائے گا تو ''اَذٰی'' موجود ہوگی۔ دوسرے اور پہلے دن کے درمیان، تیسرے اور چوتھے دن کے درمیان، سولہویں اور پندرویں دن کے درمیان اور اٹھارویں اور سترویں دن کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ ''حیض'' حیض ہے اور ''اَذٰی'' اَذٰی ہے۔علت دونوں ایام میں ایک ہی حد پر یکساں ہے تو دو دنوں کے درمیان حکم میں فرق کیسے صحیح ہوگا باوجود اس کے کہ دونوں علت میں برابر ہیں؟(2) کیا یہ قیاس صحیح کے مخالف نہیں ہے؟ تو دونوں ایام کی حکم میں تساوی قیاس صحیح کا تقاضا ہے؟ یا کہ دونوں علت میں متساوی ہیں۔

---

(1)[دیکھو:''مجموع الفتاویٰ'' 19/237-235 اور ''الرسالۃ فی الأسماء التی علق الشارع الأحکام بھا'' (ص:35]

(2) یعنی علتِ ''اَذٰی'' ایک ہے اور وہ ہر دن میں برابر پائی جاتی ہے لہذا جہاں علت پائی جائے گی وہاں حکم بھی پایا جائے گا۔

پانچویں دلیل: حد مقرر کرنے والے حضرات کے اُقوال میں اختلاف

''محدّ دین'' کے اقوال کا اختلاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس کی طرف لوٹنا واجب ہو اور یہ صرف اجتہادی اُحکام ہیں (جو خطأ وصواب کا احتمال رکھتے ہیں) ان احکام میں کوئی ایسا نہیں جو دوسرے سے زیادہ قابل اتباع ہو۔ اور اختلاف کے وقت صرف کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

جب اس قول کی قوت واضح ہو چکی کہ حیض کے اُقل یا اکثر کی کوئی حد مقرر نہیں اور یہی قول راجح ہے تو جان لو! ہر وہ طبعی خون جیسے عورت بغیر کسی سبب مثلاً زخم وغیرہ کے دیکھے تو وہ زمانہ اور عمر کے انداز ہ لگائے بغیر حیض کا خون ہوگا۔

ہاں اگر وہ خون عورت کو جاری رہے کبھی ختم نہ ہو یا مہینہ میں ایک دن یا دو دن تھوڑی مدت کیلئے رک جائے تو وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔ عنقریب استحاضہ اور اس کے احکام کا بیان آئے گا (ان شاءاللہ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے:

''رحم (بچہ دانی) سے جو خون بھی نکلتا ہے اصل میں وہ حیض ہی ہے الا یہ کہ کوئی ایسی دلیل ہو جو واضح کردے کہ یہ استحاضہ کا خون ہے'' (1) اور آپ نے مزید فرمایا ہے:

''جو بھی خون رحم سے خارج ہو وہ حیض ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ بیماری یا زخم کا خون ہے'' (2)

اور یہ قول جس طرح دلیل کے اعتبار سے راجح ہے تو اسی طرح یہ فہم وادراک کے زیادہ قریب، اور عمل وتطبیق کے اعتبار سے زیادہ آسان ہے ان تحدیدات سے جن کو ''محدّ دین'' نے ذکر کیا ہے اور جو قول ایسا ہو تو وہ قبول کرنے کے زیادہ لائق ہے کیونکہ وہ دینِ اسلام کی روح اور قاعدہ کے موافق ہے اور دینِ اسلام کا قاعدہ آسانی اور سہولت ہے۔

---

(1) [دیکھو: ''مجموع الفتاوی'' (238/19) اور ''رسالہ مذکورہ'' (ص:36)]

(2) [دیکھو: ''مجموع الفتاوی'' (241/19) اور ''رسالہ مذکورہ'' (ص:38)]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی'' (1)

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

(إن الدين يسر ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه فسددوا وقاربوا وأبشروا) رواہ البخاری (2)''

''بے شک دین آسان ہے جس نے دین پر سختی کی وہ مغلوب ہو گیا پس سیدھے رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری دو''

اور آپ ﷺ کے اخلاق عالیہ میں یہ بات تھی کہ جب آپ ﷺ کو دو باتوں میں ایک کا اختیار دیا جائے تو ان میں جو زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار کرتے اگر اس میں گناہ نہ ہوتا'' (3)

حاملہ کا حیض

اکثر طور پر جب خاتون کو حمل ٹھہرتا ہے تو اسے خون آنا بند ہو جاتا ہے۔

امام أحمد بن محمد بن حنبلؒ نے فرمایا: ''(إنما تعرف النساء الحمل بانقطاع الدم)'' (4)

''خواتین خون کے اختتام پر حمل کو پہچان لیتی ہیں''

---

(1) [دیکھو: سورة الحج آيت نمبر (78)]

(2) [دیکھو: صحیح بخاری کتاب الایمان باب الدین یسر رقم (39) عن أبی هريرة رضي الله عنه]

(3) [قلت: جس طرح حدیث مبارکہ میں وارد ہے دیکھیں: صحيح أبي داود (كتاب الأدب باب التجاوز في الأمر (175/3) عن عائشةؓ سنده صحيح اور "الأدب المفرد باب حسن الخلق (144/1) رقم (274) از امام بخاریؒ اور اسی طرح "مختصر الشمائل المحمدية" از علامہ البانیؒ رقم (300) بھی ملاحظہ کریں۔

(4) [دیکھو: ''المغنی لا بن قدامة (320/1) باب الحيض مزید تفصیل کیلئے: ''المجموع شرح المهذب'' (۱/۴۱۲-۴۱۴) ملاحظہ کریں۔]

پس جب حاملہ خاتون خون دیکھے اگر وہ وضع حمل سے کچھ مدت پہلے ہو مثلاً دو دن یا تین دن اور اس خون کے ساتھ درد زہ بھی خاتون کو ہوتا ہو تو وہ نفاس کا خون ہوگا۔

اگر وہ خون وضع حمل سے کافی مدت پہلے ہو یا وضع حمل سے تھوڑی مدت پہلے ہو لیکن اس کے ساتھ درد زہ نہ ہو تو وہ نفاس کا خون نہیں ہوگا لیکن آیا کہ وہ حیض کا خون ہوگا جس کیلئے حیض کے احکام ثابت ہوں گے؟ یا وہ فاسد خون ہوگا جس پر حیض کے احکام کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔؟

اس مسئلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے۔

راجح اور صحیح موقف

صحیح قول کے مطابق وہ حیض کا خون ہے جب وہ ایسی وجہ سے آئے جو اس کے حیض میں عادت ہے۔ کیونکہ اصل میں جو بھی خون عورت کو لاحق ہوتا ہے وہ حیض کا ہی ہوتا ہے جب اس کا کوئی ایسا سبب نہ ہو جو حیض ہونے سے مانع ہو اور کتاب وسنت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو حاملہ کے حیض کو مانع ہو اور یہی امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور اسی قول کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اختیار کیا ہے آپ نے ''الاختیارات'' میں فرمایا ہے''۔

''کہ امام بیہقیؒ نے امام احمدؒ سے ایک روایت اس بارے نقل کی ہے بلکہ انہوں نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام احمدؒ نے اس مسئلہ کی طرف رجوع کرلیا تھا''۔(1)

اسی بنا پر حاملہ کے حیض کیلئے وہی احکام ثابت ہوں گے جو غیر حاملہ کے حیض کیلئے ثابت ہوتے ہیں۔ البتہ دو مسائل ایسے نہیں ہیں۔

پہلا مسئلہ: طلاق کا مسئلہ

پس غیر حاملہ جس کو حیض میں طلاق واقع ہو جائے اسے عدت لازم ہو جاتی ہے۔ طلاق دینا حرام ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ''فَطَلِّقُوْ هُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ'' کے خلاف ہے مگر حاملہ کو حیض میں طلاق

---

1) [دیکھو: الاختیارات (ص:30)] (2) [دیکھو: سورۃ الطلاق (آیت نمبر:1)]

دینا اس کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ جو حاملہ کو طلاق دیتا ہے وہ عدت کے درست انداز پر طلاق دے رہا ہے۔ چاہے وہ حیض سے ہو یا اس سے پاک ہو اس لئے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے یہی وجہ ہے حاملہ کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے جبکہ غیر حاملہ کا حکم اس کے خلاف ہے۔

حاملہ کے حیض کا مسئلہ

حاملہ کے حیض سے عدت ختم نہیں ہوتی بر خلاف غیر حاملہ کے حیض کے کیونکہ حاملہ کی عدت وضع حمل کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے چاہے اسے حیض آئے یا نہ آئے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق:

﴿وَأُوْلَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

''اور حاملہ خواتین کی عدت وضعِ حمل ہے''(1)

---

(1) [دیکھو: سورۃ الطلاق (آیت نمبر: 4)]

تیسری فصل

حیض کے بارے عوارض

اور وہ امور جو حیض پر طاری ہوتے ہیں ان کی چند اقسام ہیں۔

پہلی قسم: کمی یا زیادتی

مثلاً خاتون کی عادت (ماہواری) چھ دن ہوتی ہے مگر اسے سات دن تک خون جاری رہتا ہے یا عادت (ماہواری) سات دن ہوتی ہے لیکن وہ چھٹے دن پاک ہو جاتی ہے۔

دوسری قسم: تقدم یا تأخر

مثلاً: عورت کی ماہواری مہینہ کے آخر میں ہو لیکن وہ مہینہ کے شروع میں حیض دیکھتی ہے یا اس کی عادت شروع مہینہ میں ہو لیکن وہ مہینہ کے آخر میں حیض دیکھتی ہے ان دونوں قسموں کے حکم کے بارے اہل علم نے اختلاف کیا ہے صحیح بات یہ ہے کہ جب بھی خاتون خون دیکھے وہ حائضہ ہو گی اور جب بھی حیض سے پاک ہو جائے تو وہ پاک سمجھی جائے گی چاہے اسے اپنی عادت سے زیادہ حیض آئے یا کم آئے اور چاہے اسے اپنی عادت سے پہلے حیض آئے یا بعد میں آئے۔ اور اس کی دلیل کا ذکر اس سے پہلی والی فصل میں گزر چکا ہے جہاں شارع علیہ السلام نے حیض کے احکام کو حیض کے ساتھ معلق کیا ہے اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور اسی مذہب کو "صاحب المغنی" نے "المغنی" میں قوی قرار دیا ہے اور اس کی تائید کی ہے اور فرمایا ہے:

"اگر مذہب میں مذکورہ وجہ پر عادت کا اعتبار ہوتا تو اسے نبی کریم ﷺ ضرور اپنی امت کیلئے بیان کرتے اور اس کے بیان کی تأخیر میں وسعت نہ کرتے کیونکہ ضرورت کے وقت کسی چیز کو بیان نہ کرنا ناجائز ہے اور حالانکہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور دوسری خواتین ہر وقت اس کے بیان کی محتاج تھیں اور آپ ﷺ اس کے بیان سے غافل نہ تھے۔ اور مستحاضہ کے علاوہ دوسری خواتین

کے بارے آپ ﷺ سے عادت کا ذکر اور بیان ثابت نہیں ہے۔(1)

تیسری قسم: صفرة یا کدرة (2)

خاتون زرد رنگ کا مادہ زخموں کے پانی کی مانند یا مٹیالے رنگ کا مادہ دیکھے اگر یہ حیض کے درمیان ہو یا اس کے ساتھ متصل ''طہر'' سے پہلے ہو تو وہ حیض ہوگا اس کیلئے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اگر وہ ''طہر'' کے بعد ہو تو وہ حیض کا خون نہیں ہوگا کیونکہ سیدہ أم عطیہؓ کا فرمان ہے:

''کنا لا نعد الصفرة والکدرة بعد الطهر شیئاً''(3)

''ہم طہارت کے بعد زرد یا مٹیالے رنگ کو کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے''(4)

اس حدیث کو امام ابوداود نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے امام بخاریؒ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر صحیح بخاری میں ''بعد الطهر'' کا لفظ نہیں ہے لیکن امام بخاریؒ نے یوں ''ترجمة الباب'' قائم کیا ہے۔

(باب الصفرة والکدرة فی غیر أیام الحیض)۔(5)

''ایام حیض کے علاوہ دوسرے دنوں میں صفرہ اور کدرہ کا بیان''

حافظ ابن حجرؒ نے اس کی شرح ''فتح الباری'' میں فرمایا ہے:

امام بخاریؒ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی گذشتہ حدیث (جس میں انہوں نے فرمایا کہ خواتین سفید پانی دیکھ لے) کے درمیان اور سیدہ اُم عطیہؓ کی حدیث (جو ترجمة الباب میں مذکور ہے) کے درمیان

---

(1) [دیکھو: المغنی لابن قدامة (344/1)]

(2) ''صفرة'' سے مراد پیپ کی مانند ایک قسم کا مادہ جس پر زردی غالب ہوتی ہے اور ''کدرة'': سے مراد مٹیالے رنگ کا گندے پانی کی مانند ایک مادہ ہوتا ہے۔ (مترجم)

(3) [دیکھو: صحیح أبی داود (مفصلا) للالبانیؒ (11/6) رقم (326)]

(4) قلت: محدثین کے نزدیک اس حدیث کو مرفوع حدیث کا حکم حاصل ہے کیونکہ اسے رسول ﷺ کی حدیث تقریری کا درجہ حاصل ہے (مترجم)

(5) [دیکھو: صحیح بخاری کتاب الحیض باب الصفرة والکدرة فی غیر أیام الحیض (1326)

تطبیق کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ وہ اس طرح کہ حدیث سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو محمول کیا جائے گا۔ جب عورت زردی یا مٹیالے رنگ کا خون ایام حیض میں دیکھے گی اور سیدہ ام عطیہؓ کی حدیث کو ایام حیض کے علاوہ دوسرے ایام پر محمول کیا جائے گا۔ (1)

حدیثِ عائشہ جس کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے اشارہ کیا ہے اس کو امام بخاریؒ نے اس باب سے قبل صیغہ جزم کے ساتھ معلق روایت کیا ہے۔ (2)

خواتین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی طرف ''دُرَجَة'' روانہ کرتی تھیں۔ (3) اس میں روئی ہوتی جس میں زرد رنگ کا خون لگا ہوتا تو سیدہ عائشہؓ فرماتی:

''جلدی مت کرو جب تک تم سفید چونا نہیں دیکھ لیتیں''

''سفید چونا'' سے مراد وہ سفید پانی ہے جس کو ''رحم'' حیض کے ختم ہونے کے بعد باہر نکالتا ہے۔

چوتھی قسم: حیض میں رکاوٹ

خاتون کو رک کر حیض آئے وہ اس طرح کہ عورت ایک دن خون دیکھے اور ایک دن صفائی و پاکی دیکھے اس کی دو حالتیں ہیں۔

پہلی حالت:

یہ ہے کہ یہ صورت حال ہمیشہ اسے رہتی ہے تو یہ استحاضہ کا خون ہوگا اگر عورت ایک دن خون ایک دن ''طہر'' دیکھے تو اس کیلئے استحاضہ کے اَحکام ثابت ہوں گے۔

دوسری حالت:

یہ ہے کہ عورت کو خون جاری نہ رہے بلکہ بعض اوقات خون آئے اور اس کے لئے ''طہر'' کا وقت

(1) [دیکھو: فتح الباری (507/1)]

(2) [دیکھو: صحیح بخاری کتاب الحیض باب إقبال الحیض وإدباره (500/1) مع الفتح]

(3) ''دُرَجَة'' وہ چیز ہے جس میں روئی رکھ کر خواتین بدن کے کسی حصہ کو نمایاں ہونے کیلئے باندھتی ہیں تاکہ معلوم کر لیں کیا ابھی حیض کے اثرات باقی ہیں یا نہیں؟

معلوم ہوا اس ''پاکی'' کے بارے علماء کرام نے اختلاف کیا ہے آیا کہ یہ ''طہارت'' ہے یا اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے؟

امام شافعیؒ کا مذہب ان کے دو اقوال میں سے صحیح قول کے مطابق یہ ہے اس پر حیض کے احکام جاری ہوں گے اور یہ وقفہ حیض کا ہوگا شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور صاحب الفائق (1) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی امام اُبوحنیفہؒ کا مذہب ہے یہ اس طرح کہ ایک تو عورت نے خالص سفیدی اس میں نہیں دیکھی اور نیز اس لئے کہ اگر اس کو ''طہر'' بنالیا جائے تو اس سے پہلے بھی حیض ہے اور اس کے بعد بھی حیض جبکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ ورنہ پانچ دن میں حیض والی عدت ختم ہو جائے گی۔

اور اس لئے اگر اس کو ''طہر'' مان لیا جائے تو ہر دو دنوں میں غسل وغیرہ کرنے کی وجہ سے تنگی اور مشقت حاصل ہوگی اور حالانکہ شریعت مطہرۃ میں تنگی ومشقت کا تصور نہیں ہے۔

حنابلہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ خون حیض شمار ہوگا اور پاکی وصفائی ''طہر'' شمار ہوگی ہاں اگر ان دونوں کا مجموعہ اکثر حیض سے تجاوز کر جائے تو وہ خون جو حیض سے تجاوز کرنے والا ہے وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔

علامہ ابن قدامۃؒ نے ''المغنی'' میں فرمایا ہے:

''توجہ کرنی چاہیے کہ خون کا انقطاع جب ایک دن سے کم ہو جائے تو وہ ''طہر'' نہیں ہوگا اس روایت کی بنا پر جس کو ہم نے ''نفاس'' میں بیان کیا ہے کہ ایک دن سے کم کی طرف نہیں دیکھا جائے گا اور یہی قول صحیح ہے (ان شاء اللہ) کیونکہ خون کبھی جاری رہتا ہے اور کبھی رک جاتا ہے۔ اور ایسی خاتون پر غسل واجب کرنا (جو وقفہ وقفہ سے پاک ہوتی ہے) حرج اور تنگی ہے جو اللہ کے

(1) [دیکھو: الانصاف (1/ 377) از علامۃ أبو الحسن علی بن سلیمان المرداوی]

اس فرمان کے مخالف ہے

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ﴾(1)

''اور ہم نے تمہارے دین میں تنگی نہیں بنائی''

علامة ابن قدامة ؒ نے مزید فرمایا: ''اسی بناء پر اگر خون ایک دن سے کم پر ختم ہو جائے تو وہ ''طہر'' نہیں ہوگا الا یہ کہ خاتون ایسی چیز دیکھے جو انقطاع پر دلالت کرے۔ مثلاً عورت کی آخری عادت میں خون منقطع ہو جائے یا پھر وہ سفید پانی دیکھ لے''۔(2)

صاحب المغنی کا یہ قول دو قولوں کے درمیان متوسط قول ہے(والله أعلم بالصواب)

پانچویں قسم: خون میں سوکھا پن

خون میں خشکی و سوکھا پن وہ اس طرح کہ خاتون صرف رطوبت دیکھتی ہے یہ رطوبت اگر ''طہر'' سے پہلے حیض کے دوران ہو یا حیض سے متصل ہو تو یہ حیض ہوگا اور اگر یہ رطوبت ''طہر'' کے بعد ہو تو یہ حیض نہیں ہوگا کیونکہ ''طہر'' کی غایت یہ ہے کہ وہ زردی یا مٹیالے رنگ سے لاحق ہو اور (صفرة اور كدرة) کا یہی حکم ہے۔(3)

(1) [دیکھو: سورة الحج (آیت نمبر 780)]

(2) دیکھو: المغنی (346/1) از علامة ابن قدامة]

(3) [یعنی صفرة اور کدرة کا حکم یہ ہے اس کو ''طہر'' شمار کیا جائے گا]

چوتھی فصل

حیض کے احکام

حیض کے احکام بہت زیادہ ہیں جو کہ بیس (20) سے زائد ہیں ان احکام میں سے جو ہم ضروری اور اہم خیال کرتے ہیں وہ یہاں ذکر کریں گے، وہ احکام مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا حکم : نماز

حائضہ خاتون پر فرضی اور نفلی نماز حرام ہے وہ نماز نہیں پڑھ سکتی اور نہ ہی اس پر واجب ہے۔ الا یہ کہ وہ ایک رکعت کے قدر نماز کا وقت طہر میں پالے اول میں یا آخر میں ۔

ا : اول وقت کی مثال

ایک خاتون کو غروبِ شمس کے بعد، ایک رکعت کی مقدار کے بعد حیض آیا تو جب حیض سے پاک ہوگی تو اس پر نمازِ مغرب کی قضاء واجب ہے کیونکہ حیض آنے سے پہلے اس نے نماز کے وقت میں ایک رکعت کی مقدار کو پالیا تھا۔

ب : آخری وقت کی مثال

اگر کوئی خاتون طلوعِ شمس سے ایک رکعت کی مقدار پہلے حیض سے پاک ہو جائے تو جب وہ طہارت حاصل کر لے گی اس پر نمازِ فجر کی قضاء واجب ہے کیونکہ اس نے نماز کے وقت میں ایسے حصہ کو پایا ہے جس میں ایک رکعت پڑھنے کی گنجائش و وسعت پائی جاتی ہے اور اگر حائضہ عورت نے وقت کا اتنا حصہ پایا کہ جس میں ایک مکمل رکعت پڑھنے کی گنجائش نہیں ہے مثال کے طور پر پہلی مثال میں غروبِ شمس کے بعد ایک لحظہ برابر بعد عورت کو حیض آیا یا دوسری مثال میں طلوعِ شمس سے ایک لحظہ قبل عورت طہارت حاصل کر لے تو اس پر نماز واجب نہیں ہوگی کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان

ہے(من أدرک رکعة من الصلاة فقد أدرک الصلاة)(1)

"جس نے نماز کی ایک رکعت پالی یقیناً اس نے نماز پالی"

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے ایک رکعت سے کم پائی وہ نماز کو پانے والا نہیں ہے۔ اور جب کسی عورت نے نمازِ عصر کے وقت میں ایک رکعت کا وقت پایا تو کیا اس خاتون پر نمازِ عصر کے ساتھ ظہر کی نماز واجب ہوگی؟ یا نمازِ عشاء کے وقت ایک رکعت پالی تو کیا اس پر نمازِ عشاء کے ساتھ مغرب کی نماز واجب ہوگی؟

اس بارے علماء کرام کا اختلاف ہے صحیح بات یہ ہے اس پر نماز واجب نہیں ہوگی سوائے اسی نماز کے جو اس نے پائی ہے اور وہ صرف عصر اور عشاء آخرہ کی نماز ہے نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق

(من أدرک رکعة من العصر قبل أن تغرب الشمس فقد أدرک العصر)(2)

"جس شخص نے غروبِ شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت پائی یقیناً اس نے عصر کی نماز پائی"

تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے "فقد أدرک الظهر و العصر" کے الفاظ نہیں فرمائے تو آپ ﷺ نے اس پر ظہر کے وجوب کا ذکر نہیں کیا جبکہ اصل برأت ہے (کہ وہ نماز نہ پڑھے) اور یہی مذہب امام أبو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہے علامہ نوویؒ نے ان دونوں سے "شرح المهذب" میں نقل کیا ہے(3) اور رہی بات ذکر و اذکار، اللہ اکبر، سبحان اللہ اور الحمد للہ پڑھنا کھانے وغیرہ پر بسم اللہ پڑھنا، حدیث اور فقہ پڑھنا، دعا کرنا اور اس پر آمین کہنا اور قرآن مقدس سننا ان مذکورہ امور میں سے کوئی بھی چیز اس پر حرام نہیں ہے۔ اور بخاری و مسلم وغیرہ میں یہ ثابت ہے کہ "آپ ﷺ سیدہ عائشہؓ کی گود میں ٹیک لگاتے تھے سیدہ عائشہؓ حالتِ حیض میں ہوتی تھیں اور آپ ﷺ قرآن حکیم پڑھتے تھے"(4)

---

(1)[دیکھو:صحیح بخاری مواقیت الصلاة باب من أدرک من الصلاة رکعة رقم(580)(68/2)مع الفتح اور صحیح مسلم المساجد ومواضع الصلاة باب من أدرک رکعة من الصلاة رقم (607)(251/4)]

(2)[دیکھو:صحیح بخاری رقم الحدیث (579)(67/1)اور صحیح مسلم رقم (608)(251/4)] (3)[دیکھو:شرح المهذب(70/3)

(4)[دیکھیں:صحیح بخاری کتاب الحیض باب قراۃ الرجل فی حجر امرأته وهی حائض رقم الحدیث(297)(479/1)اور صحیح مسلم باب جواز غسل الحیض رأس زوجها و ترجیله رقم الحدیث(1-301)(541/1)]

اوراسی طرح بخاری ومسلم میں سیدہ اُم عطیہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے یہ کہتے ہوئے سنا:[تخرج العواتق وذوات الخدور والحیض یعنی إلی صلاة العیدین ولیشهدن الخیر ودعوة المؤمنین ویعتزل الحیض المصلی](1)

''نوجوان، پردہ نشین اور حیض والی خواتین نمازِ عیدین کے لئے جائیں اور مسلمانوں کی دعوت اور بھلائی میں حاضر ہوں اور حیض والی خواتین نماز سے الگ رہیں''۔

اور رہی بات حائضہ خاتون کے خود قرآن پڑھنے کی تو اگر وہ خاتون دیکھ کر یا دل کے ساتھ غور وفکر کر کے بغیر زبان کی حرکت کے پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً: قرآن یا تختی آگے رکھ دی جائے تو حائضہ خاتون آیات کی طرف دیکھتی رہے اور دل میں پڑھتی رہے امام نووی نے ''شرح مهذب''میں فرمایا ہے:''یہ بغیر کسی اختلاف کے جائز ہے''(2)

اگر خاتون زبان کے ساتھ پڑھتی ہے تو جمہور علماء کے نزدیک یہ ممنوع اور نا جائز ہے۔

اور امام بخاریؒ، امام ابن جریر طبریؒ اور امام ابن منذرؒ نے فرمایا''یہ جائز ہے''۔

اور امام مالکؒ اور امام شافعی کے قدیم قول سے یہی منقول ہے حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں سے ''فتح الباری''میں نقل کیا ہے۔(3)

''امام بخاری نے امام ابراہیم نخعی سے ''معلق'' روایت ذکر کی ہے کہ ''اگر وہ آیت پڑھتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے''(4)

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے ''فتاوی مجموعة ابن القاسم ''میں فرمایا ہے:

''حائضہ کے قرآن نہ پڑھنے کے بارے بالکل کوئی حدیث نہیں ہے''۔

اور آپ ﷺ کی یہ حدیث:''حائضہ خاتون اور جنبی قرآن پاک سے کچھ بھی نہ پڑھے''۔

---

(1)[دیکھیں:صحیح بخاری، کتاب الحیض باب شهود الحائض العیدین و دعوة المسلمین (324)(504/1)اور صحیح مسلم صلاة العیدین باب ذکر إباحة خروج النساء العیدین إلی المصلی رقم الحدیث(890)

(2)[دیکھو:شرح المهذب (188/2)]

(3)[دیکھو: فتح الباری (486/1)]

(4)[دیکھو:صحیح بخاری کتاب الحیض المناسک کلها إلا الطواف بالبیت(485/1)مع الفتح]

محدثین کے نزدیک بالاتفاق ضعیف ہے(1)

اور نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارک میں خواتین کو حیض آتا تھا اگر ان پر قرآن کی قرأت حرام ہوتی (جس طرح نماز ہے) تو اس کو نبی کریم ﷺ اپنی امت کیلئے ضرور بیان کرتے اور امہات المؤمنین اسے ضرور جانتی ہوتیں۔اور اس کا تعلق (ایسے مسائل سے ہے) جس کو صحابہ کرام لوگوں میں نقل کرتے،جب کسی ایک نے بھی آپ ﷺ سے اس بارے ممانعت نقل نہیں کی تو قرأت کو حرام ٹھہرانا جائز نہیں ہے باوجود اس علم کے کہ آپ ﷺ نے اس سے روکا نہیں ہے۔آپ ﷺ کے زمانہ میں حیض کی کثرت ہونے کے باوجود جب آپ ﷺ نے حائضہ کو قرآن پڑھنے سے روکا نہیں تو معلوم ہوا حائضہ کا قرآن پڑھنا حرام نہیں ہے"۔(2)

اہل علم کا اختلاف جاننے کے بعد یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ضرورت کے بغیر حائضہ قرآن پاک نہ پڑھے۔مثال کے طور پر حائضہ خاتون معلّمہ ہے اسے اپنی طالبات کو تلقین کرنے کی ضرورت پڑتی ہے یا امتحان کے وقت معلّمہ طالبات کا امتحان پڑھ کر لیتی ہے یا اس جیسے دوسرے اُمور ہیں(3)

(1) [یہ روایت امام ترمذی نے جامع ترمذی رقم(131) اور امام ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ رقم(595) میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔یہ روایت سنداً ضعیف ہے اس کی سند میں اسمٰعیل بن عیاش اہل حجاز سے روایت کر رہا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اہل حجاز اور عراق سے یہ منکر احادیث روایت کرتا ہے اور اس حدیث کا کوئی طرق بھی حجت کے قابل نہیں ہے۔تفصیل کے لئے دیکھیں: ارواء الغلیل۔(206/1)(192) از البانی]

(2) [دیکھو: مجموع الفتاویٰ(191/26)]

(3) (حائضہ عورت کے قرآن پاک پڑھنے کے بارے اہل علم کی آرا مختلف ہیں اس بارے راجح موقف یہی ہے جس کو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے نقل کیا کیونکہ قرآن وحدیث میں کوئی صریح اور صحیح نص نہیں ہے۔جس میں حیض والی خواتین کو قرآن مقدس کی تلاوت سے منع کیا گیا ہو اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ خواتین رسول ﷺ کے زمانہ میں حائضہ ہوتی تھیں اگر قرآن کی تلاوت ان پر حرام ہوتی تو رسول ﷺ انہیں قرآن کی تلاوت سے ضرور روک دیتے جس طرح نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے سے روک دیا تھا۔اور جب آپ ﷺ کے عہد مبارک میں حیض کی کثرت کے باوجود کسی صحابی رسول ﷺ یا امہات المؤمنین میں سے کسی ایک نے بھی محسن کائنات ﷺ سے اس بارے ممانعت نقل نہیں کی تو معلوم ہوا کہ حائضہ کا قرآن پڑھنا جائز ہے اب اس چیز کا علم ہونے کے باوجود کہ رسول ﷺ سے اس کی ممانعت بالکل منقول نہیں اس کو حرام کہنا صحیح نہیں ہے باقی رہا قرآن کو چھونے کا مسئلہ اس بارے بھی علماء کی مختلف آراء ہیں راجح یہ ہے حائضہ عورت بلاوجہ قرآن کو نہ چھوئے لیکن پڑھنے اور پڑھانے کے وقت اگر چھو لیتی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔)

تفصیل کیلئے دیکھیں:[فتح الباری(407/1) اوسط ابن المنذر(98/6) محلی ابن حزم (77/1) فتاوی ابن تیمیہؒ(191/26) نیل الاوطار(226/1) تمام المنۃ(ص:117) اور ارواء الغلیل(244/4)]

دوسرا حکم: روزے

حائضہ عورت پر فرضی اور نفلی روزے حرام ہیں اور اس کی طرف سے (روزے) صحیح نہیں ہوں گے لیکن فرض روزوں کی قضاء دینا اس پر واجب ہوگی جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ ''ہمیں حیض آتا تو ہمیں روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا (1)

اور جب عورت کو حالتِ صوم میں حیض آ گیا تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا چاہے غروب سے کچھ پہلے حیض آئے۔ اگر روزہ فرضی تھا تو اس دن کی قضاء دینا حائضہ پر واجب ہے اور رہی بات یہ کہ عورت غروبِ شمس سے پہلے حیض کے منتقل ہونے کو محسوس کرتی ہے لیکن حیض غروبِ شمس کے بعد خارج ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کا روزہ مکمل ہے اور صحیح قول کے مطابق روزہ باطل نہیں ہوگا کیونکہ خون اندر ہے جس کا کوئی حکم نہیں ہے اور یہ اس لئے کہ جب آپ ﷺ سے ایسی عورت کے متعلق سوال کیا گیا جو خواب میں وہ چیز دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے کیا اس پر غسل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں جب وہ تری دیکھے گی'' (2)

تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے ''منی'' دیکھنے کے ساتھ حکم کو معلق کیا ہے ''منی'' کے منتقل ہونے کے ساتھ حکم کو معلق نہیں کیا ہے۔ اسی طرح حیض ہے اس کے احکام بھی اس وقت ثابت ہوں گے جب یہ باہر خارج ہوتا ہوا دکھائی دے گا نہ کہ جب یہ منتقل ہوگا۔

اگر طلوعِ فجر کے وقت عورت حائضہ ہے اس دن کا روزہ درست نہیں ہوگا چاہے طلوعِ فجر کے تھوڑی دیر بعد صاف ہو جائے۔ اور جب وہ فجر سے تھوڑی دیر پہلے حیض سے پاک ہوا اور روزہ رکھ

(1) [دیکھو: صحیح بخاری کتاب الحیض باب لا تقضی الحائض الصلاۃ (321) (501/1) اور صحیح مسلم کتاب الحیض باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلاۃ رقم (335) مزید دیکھیں: إرواء الغلیل (220/1) رقم (200)]

(2) [دیکھو: صحیح بخاری کتاب الغسل باب إذا احتلمت المرأۃ رقم (282) اور صحیح مسلم فی الحیض باب وجوب الغسل علی المرأۃ بخروج المنی منها (313)

لے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا چاہے وہ فجر کے بعد ہی غسل کیوں نہ کرے اس کی مثال اس جنبی کی ہے جو حالتِ جنابت میں روزے کی نیت کرتا ہے اور طلوع فجر کے بعد غسل کرتا ہے اس کا روزہ صحیح ہو گا۔(1)

جیسا کہ سیدہ عائشہؓ کی حدیث ہے: آپ فرماتی ہیں:

''آپ ﷺ حالتِ جنابت میں صبح کرتے بغیر احتلام کے پھر آپ ﷺ روزہ رکھتے تھے''(2)

تیسرا حکم: بیت اللہ کا طواف

عورت پر بیت اللہ کا فرضی اور نفلی طواف حرام ہے اور اس کی طرف سے صحیح نہیں ہوگا جس طرح نبی کریم ﷺ نے سیدہ عائشہؓ کو کہا تھا:

''افعلی ما یفعل الحاج غیر ألا تطوفی بالبیت حتی تطهری''(3)

''جس طرح ایک عام حاجی کرتا ہے تو بھی ایسے ہی کر، سوائے اس کے کہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا''

اور باقی رہے دوسرے افعال مثلاً صفا اور مروہ کی سعی کرنا، مزدلفہ اور منیٰ میں ٹھہرنا اور رات گزارنا، شیطان کو کنکریاں مارنا اور اس کے علاوہ حج اور عمرہ کے دوسرے مناسک حائضہ پر حرام نہیں ہیں اور اسی بناء اگر خاتون ''حالتِ طہر'' میں طواف کرتی ہے پھر طواف کے فوراً بعد یا سعی کے دوران حیض آجائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(1)[حیض اور اس طرح نفاس والی خواتین کی بھی یہی صورت ہے اگر وہ فجر سے پہلے پاک ہوجائیں اور طلوع فجر کے بعد نہائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ان کا روزہ صحیح ہوگا لیکن انہیں اور اسی طرح جنبی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ نمازِ فجر مؤخر کرے بلکہ ان پر واجب ہے کہ نہانے میں جلدی کریں تاکہ طلوع آفتاب سے پہلے نمازِ فجر کو اپنے وقت پر ادا کرسکیں۔]

(2)[دیکھو: صحیح بخاری فی الصوم باب اغتسال الصائم رقم (1931)(8181/4) اور صحیح مسلم فی الصیام باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وهو جنب رقم (1109)]

(3)[دیکھو: صحیح بخاری رقم الحدیث (305)(485/1) اور صحیح مسلم رقم (120)(311/7)

چوتھا حکم: طوافِ وداع کا سقوط

جب خاتون حج اور عمرہ کے مناسک مکمل کرے اور اپنے علاقے کی طرف نکلنے سے پہلے اسے حیض آجائے اور حیض اس کے علاقے کی طرف جانے تک جاری رہے تو وہ عورت بغیر طوافِ وداع جا سکتی ہے جس طرح سیدنا ابن عباسؓ کی حدیث ہے۔

"لوگوں کو حکم دیا گیا کہ ان کا آخری عہد بیت اللہ کے ساتھ ہو مگر حائضہ کیلئے اس میں تخفیف ہے"(1)

الوداعی کے وقت حائضہ خاتون کا مسجد حرام کے دروازے کے پاس آکر دعا کرنا مستحب نہیں ہے کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ سے وارد نہیں ہے حالانکہ عبادات کی بنیاد منقول پر رکھی گئی ہے بلکہ جو آپ ﷺ سے وارد ہے وہ اس کے خلاف کا تقاضا کرتا ہے۔

سیدہ صفیہؓ کے قصہ میں ہے کہ جب وہ طواف افاضہ کے بعد حائضہ ہو گئی تھیں تو رسول ﷺ نے انہیں فرمایا تھا۔"اب اسے کوچ کرنا چاہیے"(2)

تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے ان کو مسجد حرام کے دروازے کی طرف حاضری کا حکم نہیں دیا اور اگر یہ مسنون ہوتا تو آپ ﷺ اس کو ضرور بیان کرتے۔

نوٹ: باقی رہا حج اور عمرہ کا طواف کا مسئلہ تو یہ حائضہ پر ساقط نہیں ہے جب وہ حیض سے پاک ہو جائے گی تو وہ طواف کرے گی۔

---

(1)[دیکھو:صحیح بخاری کتاب الحج باب طواف الوداع رقم (1755)اور صحیح مسلم کتاب الحج باب وجوب طواف الوداع وسقوطه عن الحائض رقم(328)]

(2)[دیکھو:صحیح بخاری کتاب الحج باب إذا حاضت المرأة بعد ما أفاضت (1757)اور صحیح مسلم کتاب الحج باب وجوب الوداع وسقوطه عن الحائض رقم(1211)]

پانچواں حکم: مسجد میں ٹھہرنا

حائضہ کا مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے حتی کہ عیدہ گاہ میں بھی ٹھہرنا حرام ہے کیونکہ سیدہ ام عطیہؓ کی حدیث ہے انہوں نے رسول ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرمارہے تھے۔

''دوشیزہ، پردہ نشین اور حائضہ خواتین عیدگاہ کی طرف نکلیں اور حائضہ خواتین عیدگاہ سے الگ تھلگ رہیں(1)

---

(۱)[دیکھو:صحیح بخاری کتاب الحیض باب شھود الحائض العیدین الخ (504/1)مع الفتح اور صحیح مسلم کتاب صلاۃ العیدین باب ذکر إبا حة خروج النساء فی العیدین إلی المصلی رقم(890)]

نوٹ:بعض حضرات نے حائضہ کے مسجد میں عدم دخول پر ابوداؤد (232) ابن ماجہ (126) ابن خزیمہ(1327) بیہقی(442/2)اور تاریخ کبیر(68/2)از بخاریؒ میں موجود سیدہ عائشہؓ کی اس حدیث سے دلیل لی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں''إنی لا أحل المسجد لحائض ولا جنب''

''میں حائضہ عورت اور جنبی کا مسجد میں آنا حلال نہیں کرتا ہوں''

مگر یہ حدیث سنداً ضعیف ہے امام احمد بن حنبلؒ، امام بیہقی، امام ابن حزمؒ، امام نوویؒ اور علامہ البانی وغیرہم نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

(ملاحظہ ہو:''الأوسط ''(110/2) لا بن المنذر ،المحلی لا بن حزم(185/2)المجموع شرح المھذب(160/2)إرواء الغلیل(210/1)اور ضعیف أبی داود(36))

راجح موقف: حائضہ خاتون با مر مجبوری مسجد میں گزر سکتی ہے اور کوئی چیز مسجد میں پکڑوا سکتی ہے اس کے جواز پر حدیث عائشہ دلالت کرتی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا ''مجھے مسجد سے جائے نماز پکڑاؤ'' میں نے عرض کیا کہ میں تو حائضہ ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔

[دیکھو صحیح مسلم (209/3)] مزید تفصیل کیلئے دیکھیں (عون المعبود (201/1)اور القول المقبول (ص125)]

چھٹا حکم : جماع

خاوند پر حرام ہے کہ وہ اپنی بیوی سے جماع کرے اور عورت پر بھی حرام ہے کہ وہ اس بارے اپنے خاوند کو قدرت کا موقعہ دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ (1)

''وہ آپ سے حیض کے بارے سوال کرتے ہیں کہہ دو کہ وہ گندگی ہے حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں۔

''محیض'' سے حیض کا زمانہ اور حیض کی جگہ (شرمگاہ) مراد ہے

اور اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے''اصنعوا کل شئی الا النکاح یعنی الجماع''

''یعنی جماع کے علاوہ ہر چیز عورت سے کر سکتے ہو''۔(2)

اور اسی طرح مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حائضہ کی شرمگاہ میں وطی کرنا حرام ہے(3)

جو آدمی اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کیلئے حلال نہیں ہے کہ وہ اس منکر کام کی طرف پیش قدمی کرے جس کی ممانعت پر اللہ تعالیٰ کی کتاب، رسول ﷺ کی سنت اور مسلمانوں کا اجماع دلالت کرتا ہے اگر کوئی اس فعل کا مرتکب ہوگا وہ ایسے لوگوں میں شمار ہوگا کہ جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور مومنوں کے اجماع کی مخالفت کی۔

---

(1) [ملاحظہ ہو: سورة البقرة آیت نمبر(222)]

(2) [دیکھو: صحیح مسلم کتاب الحیض باب جواز غسل الحائض راس زوجها رقم(302)]

(3) قلت: شیخ عثیمین ؒ نے جو مسلمانوں کا اجماع ذکر کیا ہے اس بارے حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر (531/1) میں فرمایا ہے: ''اجمع العلماء علی تحریمه وهو المباشرة فی الفرج''

علماء نے ''فرج'' میں مباشرت کی تحریم پر اجماع کیا ہے''

امام نوویؒ نے ''شرح المھذب '' میں لکھا ہے ''کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے: جس نے حیض کی حالت میں بیوی سے جماع کیا وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔''

ہمارے اصحاب وغیرہم نے کہا ہے

''جس نے حائضہ سے وطی کرنا حلال قرار دیا اس کے کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا'' اھ۔(1)

جماع کے علاوہ مرد کیلئے ایسے امور مباح کیے گئے ہیں جو اس کی شہوت کو پورا کر سکیں مثال کے طور پر بوس و کنار کرنا، بغلگیر ہونا اور شرمگاہ کے علاوہ جسم سے جسم ملانا وغیرہ لیکن بہتر یہ ہے کہ مباشرت کرتے وقت ناف سے لیکر گھٹنے تک اوپر کپڑا رکھ لے کیونکہ سیدہ عائشہؓ کی حدیث ہے'' آپ ﷺ میرے ساتھ اکٹھے ہوتے اور میں حالتِ حیض میں ہوتی تھی''۔(2)

---

(1)[دیکھو: المجموع (389/2)]

(2)[دیکھو: صحیح بخاری، کتاب الحیض باب مباشرة الحائض رقم (300)(481/1) اور صحیح مسلم کتاب الحیض باب مباشرة الحائض فوق الازار (293)،(535/1)]

(قلت): حیض کی حالت میں عورت سے مجامعت کرنا حرام ہے اور طبی لحاظ سے بھی مضر ہے اور موجب امراض ہے اور اس حالت میں جو مجامعت کرتا ہے اسے کفارہ ادا کرنا چاہیے جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو آدمی بحالت حیض اپنی عورت سے جماع کرے تو اسے چاہیے ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے'' (ابوداود (264) نسائی (53/1) ترمذی (136) ابن ماجہ (640) داری (254/1) مسند احمد (230/1) دارقطنی (286/3) حاکم (171/1) بیہقی (314/1) اس حدیث کو حاکم، ذہبی اور ابن قیم نے ''تھذیب السنن (173/1) میں ابن ترکمانی نے ''الجوھر النقی '' (314/1) میں شیخ احمد شاکر نے ''تحقیق الترمذی'' میں شیخ البانی نے'' ارواء الغلیل (197) اور آداب الزفاف ص (45) میں صحیح کیا ہے اور اس کو امام احمد بن حنبل، ابن القطان، ابن دقیق العید اور حافظ ابن حجر نے بھی صحیح کہا ہے

ملاحظہ ہو ''تلخیص الحبیر '' (165-166/1) علامہ شوکانی ''نیل الأوطار (343/1) میں فرماتے ہیں: '' یہ حدیث اس شخص پر کفارہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے جو حالت حیض میں اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اور اس طرف ابن عباسؓ، حسن بصری، سعید بن جبیر، قتادہ، اوزاعی، اسحاق، احمد بن حنبل، شافعیؒ (اپنے قدیم قول کے مطابق) گئے ہیں۔'' اور اسی قول کو علامہ شوکانی نے قوی قرار دیا ہے۔

ساتواں حکم: طلاق

حائضہ عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دینا خاوند پر حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿ يَآيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ ﴾(1)

''اے نبی! (اپنی امت سے کہو کہ) جب تم اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہو اس طرح طلاق دو کہ عدت شروع کر سکیں''

یعنی ایسی حالت میں طلاق دو کہ وہ طلاق کے وقت معلوم عدت کا آغاز کر رہی ہو(2) اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب خاوند اپنی بیوی کو حمل کی حالت میں طلاق دے (3) یا بغیر جماع کیے ''طہر'' کی حالت میں طلاق دے کیونکہ جب اسے حالتِ حیض میں طلاق دی جائے گی تو وہ عدت کا آغاز نہیں کرے گی۔ اس لئے وہ حیض جس میں اسے طلاق دی گئی وہ عدت شمار نہیں کیا جائے گی۔

اور جب جماع کے بعد حالتِ طہر میں طلاق دی جائے گی تو اس وقت وہ عدت جس کا وہ آغاز کر رہی ہے معلوم نہیں ہو گی کیونکہ یہ معلوم نہیں ہے آیا کہ وہ اس جماع سے حاملہ ہوئی ہے تو وہ وضع حمل کی عدت گزارے، یا حاملہ نہیں ہوئی تو حیض کی عدت گزارے جب عدت کی نوعیت کے بارے یقین حاصل نہیں ہو رہا تو معاملہ واضح ہو جانے تک خاوند پر طلاق دینا حرام ہے۔

حالتِ حیض میں حائضہ کو طلاق دینا سابقہ آیت اور اس حدیث کی وجہ سے حرام ہے جو ''بخاری و مسلم وغیرھما'' میں عبداللہ بن عمرؓ سے ثابت ہے۔

---

(1) [دیکھو: [سورۃ الطلاق آیت نمبر(4)]

(2) اس جگہ طلاق دینے کا وقت بتلایا جا رہا ہے یعنی جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اس سے جماع کیے بغیر طلاق دو۔ حالتِ طہر اس کی عدت کا آغاز ہو۔ اس طریقہ کو فقہاء طلاق سنت سے تعبیر کرتے ہیں تو معلوم ہوا حیض کی حالت میں یا طہر میں جماع کرنے کے بعد طلاق دینا غلط طریقہ ہے اس کو فقہاء طلاق بدعی کہتے ہیں۔

(3) حالت حمل میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے دلیل حدیث عبداللہ بن عمرؓ (صحیح مسلم (1/476) تفصیل کیلئے ''نیل الأوطار'' (6/221) از علامہ شوکانی ملاحظہ کریں۔

عبداللہ بن عمرؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور وہ حالتِ حیض میں تھی عمر فاروقؓ نے اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کو آگاہ کیا تو اس پر رسول ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا:

"(مره فليراجعها)"

"اسے حکم دو کہ وہ اس سے رجوع کرے پھر اسے اس حالت میں روکے رکھے یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائے پھر حائضہ ہو جائے پھر پاک ہو جائے پھر اگر چاہے تو اس کے بعد اپنے پاس رکھے یا جماع سے پہلے طلاق دے یہ وہ عدت ہے جس کو ملحوظ رکھ کر اللہ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے"۔(1)

اگر آدمی نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو وہ گناہ گار ہوگا اور اس پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور عورت کو اپنی عصمت (حرم) کی طرف واپس لوٹائے۔تا کہ وہ اس کو ایسی طلاق دے جو شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے بھی موافق ہو۔عصمت کی طرف لوٹانے کے بعد اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ وہ اس حیض سے پاک ہو جائے جس میں اس کو طلاق دی گئی تھی پھر دوسری مرتبہ حائضہ ہو پھر جب وہ پاک ہو گی اگر خاوند اپنے پاس رکھنا چاہے تو رکھ لے اور اگر چاہے تو جماع سے پہلے طلاق دیدے۔

تین مسائل حالتِ حیض میں طلاق کی تحریم سے مستثنیٰ ہیں۔

پہلا مسئلہ: خلوت نشینی یا مسیس سے قبل طلاق

جب طلاق عورت سے خلوت نشینی اختیار کرنے یا چھونے سے پہلے ہو تو اس وقت حالتِ حیض میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس وقت اس خاتون پر کوئی عدت نہیں ہے تو اس کی طلاق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان (فطلقو هن لعد تهن) کے مخالف نہیں ہوگی۔(2)

(1)[دیکھو: صحیح بخاری (5332)(9/393)صحیح مسلم (1471)،مسند شافعی (1630)،ابو داود (218-179) ابن ماجه (2019)،مسند احمد (2/6-54)ابن الجارود (734)مسند طیالسی (1853)بیهقی (7/323324)]

(2)[دیکھو: سورة الطلاق آیت نمبر (4)]

دوسرا مسئلہ: حالتِ حمل میں حیض

جب حالت حمل میں خاتون کو حیض ہو تو اس وقت بھی طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اس کا سبب بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ (کہ عدت وضع حمل ہے)

تیسرا مسئلہ: طلاق عوض کے بدلے ہو

جب طلاق کسی عوض کے بدلے ہو تو اس وقت بھی حالتِ حیض میں طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں ہے مثلاً میاں بیوی کے درمیان کوئی ناچاکی ، چپقلش اور برا میل جول ہو تو اس وقت خاوند عوض لے کر اسے طلاق دیدے تو یہ بھی جائز ہے اگرچہ عورت حالتِ حیض میں ہی کیوں نہ ہو۔(1)

جیسا کہ سیدنا ابن عباسؓ کی حدیث ہے:

کہ ثابت بن قیس بن شماسؓ کی بیوی نبی کریم ﷺ کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے اے اللہ کے رسول ﷺ "میں اس کے دین اور اخلاق پر کوئی حرف نہیں رکھتی مگر مجھے اسلام میں کفر کا خوف ہے"

آپ ﷺ نے فرمایا(أترد ين عليه حديقته)

"جو باغ تجھے اس نے دیا تھا تو واپس کردے گی"

انہوں نے عرض کیا "ہاں جی

پھر آپ ﷺ نے فرمایا (إقبل الحديقة و طلقها تطليقة)

"باغ قبول کرلو اور اسے طلاق دے دو" اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔(2)

تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہ نہیں پوچھا کہ وہ حائضہ تھی یا پاک تھی اور دوسرا اس لیے بھی کہ یہ طلاق عورت کی طرف سے فدیہ دینے کی وجہ سے ہے تو ضرورت کے وقت جس حالت میں بھی ہو یہ جائز ہے۔

(1) یہ "خلع" کی صورت ہوگی شیخ عثیمینؒ کا مقصود یہ ہے کہ حالتِ حیض میں "خلع" جائز ہے "خلع" کا لغوی معنی "اتارنا" اور شرعی معنی یہ ہے اگر عورت اپنے مرد کے ساتھ گزر بسر اور نباہ نہ کرسکتی ہو تو عوض ادا کر کے اس سے الگ ہو جائے

(2) [دیکھو: صحيح بخاري كتاب الطلاق باب الخلع و كيف الطلاق فيه ؟ رقم (5273)(306/9) مع الفتح]

علامہ ابن قدامۃ نے ''المغنی'' میں حالتِ حیض میں خلع کے جواز کی علت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: کیونکہ حیض میں طلاق سے روکنا اس ''ضرر'' (تکلیف) کی بناء سے ہے جو خاتون کو لمبی عدت کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے اور ''خلع'' اس ''ضرر'' کو دور کرنے کیلئے ہے جو خاتون کو برے میل جول کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے اور جس کے ساتھ وہ رہتی ہے اسے ناپسند کرتی ہے اور اس سے بغض رکھتی ہے۔

اور یہ لمبی عدت سے بھی زیادہ مضر ہے تو ان میں سے جو اعلیٰ ہے اس کو ادنی کے ساتھ دور کرنا جائز ہے اور اسی لیے نبی کریم ﷺ نے ''خلع'' کرنے والی کی حالت دریافت نہیں کی'' (ابن قدامۃؒ کی کلام ختم ہوئی) (1)

اور باقی رہی بات حالتِ حیض میں عورت کے نکاح کے عقد کی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اُصل میں حلت ہے اور آپ ﷺ سے عقدِ نکاح کے منع کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے۔ لیکن حالت حیض میں خاوند کو عورت پر داخل کرنے کے بارے دیکھا جائے گا اگر تو اس سے وطی کرنے والا محفوظ رہے گا تو کوئی حرج نہیں وگرنہ وہ اس کے پاس اس وقت تک نہ جائے جب تک وہ حیض سے پاک نہ ہو جائے یہ کہ اس کے ناجائز کام میں واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔

(1) [دیکھو: ''المغنی'' لا بن قدامۃ (174/8) کتاب الخلع فصل ولا بأس بالخلع فی الحیض]

آٹھواں حکم: طلاق کی عدت کا اعتبار

جب آدمی اپنی بیوی کو چھونے اور خلوت صحیحہ کے بعد طلاق دیتا ہے تو اس خاتون پر واجب ہے وہ تین حیض مکمل عدت گزارے اگر وہ خاتون حائضہ ہے حاملہ نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾

''اور طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔(1)

اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے چاہے عدت لمبی ہو جائے یا کم ہو جائے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:(وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ)

''اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے''(2)

اور اگر عورت حیض والی خواتین سے نہیں ہے جیسے چھوٹی بچی جسے ابھی تک حیض نہیں آیا اور وہ خاتون جسے بڑھاپے یا ایسے آپریشن (Operation) کی وجہ سے حیض آنا بند ہو گیا ہو جس سے اس کی بچہ دانی (Womb) ختم ہو چکی ہو یا اس کے علاوہ جسے حیض کے آنے کی امید ہی نہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾(3)

''تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو''۔

اور اگر خاتون حیض والی خواتین سے ہے لیکن اس کا حیض کسی معلوم سبب کی وجہ سے مرتفع ہو گیا ہو جیسے ''مرض'' اور رضاعت ہے تو یہ عورت عدت میں باقی رہے گی اگر چہ مدت لمبی ہی کیوں نہ ہو جائے یہاں تک حیض لوٹ آئے گا تو وہ حیض کی عدت گزارے گی اگر سبب ختم ہو جائے اور حیض نہیں آیا وہ اس طرح کہ خاتون بیماری سے تندرست ہو جائے یا رضاعت کی انتہا کو پہنچ جائے اور ابھی حیض مرتفع ہے تو وہ خاتون سبب کے ختم ہو جانے کی وجہ سے ایک سال مکمل عدت گزارے گی اور یہی صحیح

---

(1)[دیکھو: سورۃ البقرۃ آیت نمبر (228)]

(2)[دیکھو: سورۃ الطلاق آیت نمبر (4)]

(3)[دیکھو: سورۃ الطلاق آیت نمبر (4)]

قول ہے جو قواعد شرعیہ کے مطابق ہے۔

کیونکہ جب سبب زائل ہو جائے اور حیض واپس نہ آئے وہ عورت ایسے ہو جائے گی کہ جس کا حیض بغیر کسی معلوم سبب کے مرتفع ہو جائے گا تو وہ ایک سال مکمل عدت گزارے گی نو ماہ احتیاطی طور پر حمل کیلئے کیونکہ اکثر حمل نو ماہ ہوتا ہے اور تین ماہ عدت کیلئے، اور رہی بات یہ کہ جب طلاق عقدِ نکاح کے بعد اور مجامعت سے پہلے ہو تو اس میں مطلق طور پر کوئی عدت نہیں ہے، ایام حیض کی اور نہ کوئی دوسری۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا ۝﴾

''اے مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دیدو تو ان پر تمہارا کوئی حق عدت کا نہیں ہے جسے تم شمار کرو۔(1)

نواں حکم (استبراءِ رحم)

یعنی رحم کو حمل سے خالی کرنا اور اس کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب کبھی ''استبرأ رحم'' کے حکم کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کے چند مسائل ہیں: ان میں سے ایک یہ ہے:

جب کوئی شخص اپنے پیچھے عورت چھوڑ کر مرتا ہے(2) اور وہ اس کے حمل کا وارث ہوتا ہے اور عورت دوسرے خاوند والی ہے(3) تو اس کا خاوند اس وقت تک اس سے وطی نہیں کرے گا جب

(1) [دیکھو: سورۃ الاحزاب آیت نمبر (49)]

نوٹ: مذکورہ آیت میں ''چھونا'' یا ''ہاتھ لگانا'' کا مطلب جماع ہے کیونکہ یہ جماع سے کنایہ ہے۔

(2) ایک شخص فوت ہوا جبکہ ایک عورت خاوند والی کا حمل اس کا وارث بن سکتا ہے تو اس عورت کا خاوند اس عورت سے جماع نہ کرے۔ اسے حیض آئے (واضح ہو جائے گا کہ اسے حمل نہیں) یا حمل کا پتہ چل جائے اگر حمل ہے تو وہ بچہ اس شخص کا وارث ہوگا۔ اگر اسے حیض آیا تو نہیں ہوگا۔ کیونکہ رحم اس کی وفات کے وقت خالی تھا۔ (الاثری)

(3) عورت دوسرے خاوند والی ہے کا مطلب: خاوند کے فوت ہو جانے کے بعد وہ دوسری جگہ شادی کر لیتی ہے تو دوسرا خاوند اس سے اس وقت تک جماع نہیں کرے گا جب تک حیض نہیں آتا یا حمل واضح نہیں ہوتا جس طرح سماحۃ الشیخ نے مسئلہ بیان کیا ہے۔

تک اسے حیض نہیں آتا یا اس کا حمل ظاہر نہیں ہوتا ہے اور اگر حمل واضح ہو جاتا ہے تو ہم اس کے وارث ہونے کا فیصلہ کریں گے ہم نے وارث کی موت کے وقت حمل کے پائے جانے کی وجہ سے یہ فیصلہ کیا ہے اور اگر وہ خاتون حائضہ ہو جائے تو ہم اس کے وارث نہ ہونے کا فیصلہ کریں گے یہ فیصلہ ہم نے حیض آنے سے ''رحم'' کے خالی ہونے کی وجہ سے کیا ہے۔

دسواں حکم : وجوب غسل

حائضہ عورت پر واجب ہے کہ جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو وہ تمام بدن کی طہارت کیلئے غسل کرے جس طرح آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ کو فرمایا تھا۔

''(فا ذا اقبلت الحیضة فدعی الصلاة وإذا أدبرت فاغتسلی وصلی)''

''جب حیض آ جائے تو نماز چھوڑ دے اور جب ختم ہو جائے تو غسل کرو اور نماز ادا کرو'' (اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے(1)

غسل میں کم از کم جو چیز واجب ہے وہ یہ ہے کہ عورت اپنا تمام بدن یہاں تک کہ بالوں کی تہہ بھی دھوئے اور غسل کی سب سے بہترین صورت وہ ہے جو آنحضرت ﷺ سے حدیث میں ثابت ہے(2)

جب آپ ﷺ سے اسماء بنت شکل ؓ نے غسلِ حیض کے بارے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی ایک پانی اور بیری کی پتیاں لے اور طہارت کرے اور اچھی طرح طہارت حاصل کرے پھر سر پر پانی ڈالے اور اچھی طرح سر ملے یہاں تک کہ اپنے سر کی جڑوں تک پانی پہنچائے پھر سر پر پانی ڈالے پھر کستوری کی خوشبو میں بھگوئی ہوئی روئی لے اس سے طہارت حاصل کرے۔

---

(1) [دیکھو: صحیح بخاری رقم (306) (487/1) اور صحیح مسلم رقم (333)]

(2) [دیکھو: صحیح بخاری رقم (314) (494/1) اور صحیح مسلم رقم (333)]

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اس روئی سے کیسے طہارت حاصل کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''سبحان اللہ'' تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں کہا!

''خون کے اثرات (کی جگہ) اس روئی کو رکھ لے''(1)

اور سر کے بال کھولنا واجب نہیں ہیں ہاں الا یہ کہ جب بال مضبوطی سے باندھے ہوئے ہوں اور یہ خدشہ ہو کہ پانی بالوں کی جڑوں تک نہیں پہنچے گا۔

''صحیح مسلم'' میں سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے(2)

انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا، انہوں نے کہا'' میں اپنے سر کے بال مضبوطی سے باندھتی ہوں کیا میں غسلِ جنابت کی وجہ سے کھول دوں اور ایک روایت میں ہے حیض اور جنابت کی وجہ سے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں آپ کو اتنا ہی کافی ہے کہ اپنے سر میں تین چلو پانی ڈالو پھر اپنے اوپر پانی بہاؤ اور طہارت حاصل کرو'' اور جب حائضہ عورت نماز کے وقت کے دوران حیض سے پاک ہو جائے تو اس پر جلدی غسل کرنا واجب ہے تا کہ وہ بروقت نماز کی ادائیگی کر سکے۔ اگر وہ عورت سفر میں تھی اور اس کے پاس پانی ہے یا اس کے پاس نہیں لیکن پانی کے استعمال سے ڈرتی ہے یا وہ بیمار ہے پانی اسے تکلیف دیتا ہے تو وہ غسل کے بدلے تیمم کرے گی یہاں تک مانع ختم ہو جائے (3) تو وہ غسل کرے گی۔ بعض خواتین نماز کے دوران حیض سے پاک ہو جاتی ہیں اور وہ دوسرے وقت تک غسل مؤخر کر دیتی ہیں اور کہتی ہیں اس وقت اس کیلئے مکمل طہارت کرنا ناممکن ہے اور لیکن یہ کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عذر ہے کیونکہ اس کیلئے ممکن ہے کہ غسل میں کم سے کم واجب پر اکتفا کرے (4) اور بروقت نماز ادا کرے اور جب اسے کھلا وقت حاصل ہوگا تو کامل طہارت کرے گی۔

---

(1) یعنی غسل سے فراغت کے بعد شرمگاہ کے اندر خوشبو میں بھگوئی ہوئی روئی رکھ لو۔

(2) [دیکھو: صحیح مسلم رقم (330) کتاب الحیض باب حکم ضفائر المغتسلة]

(3) ''مانع'' سے مراد بیماری سے صحت یاب ہو جائے تو وہ غسل کرے گی۔

(4) غسل میں سب سے کم واجب سے مراد: جس کا تذکرہ شیخؒ نے پیچھے کیا ہے۔

پانچویں فصل

استحاضہ اور اس کے احکام

استحاضہ:(1)

اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کو جاری ہو گیا اور وہ ختم نہیں ہوا یا کبھی کبھی خون رک جاتا ہے مہینے میں ایک یا دو دن۔

پہلی حالت کی دلیل

پہلی حالت کی دلیل (جس حالت میں عورت کو خون کبھی بھی بند نہیں ہوتا) جو سیدہ عائشہؓ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے۔

سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں: ''فاطمہ بنت اَبی حبیشؓ نے رسول ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں پاک نہیں ہوتی اور ایک روایت میں ہے مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے میں پاک نہیں ہوتی)(2)

❁ ❁ ❁

دوسری حالت کی دلیل

دوسری حالت کی دلیل (جس میں تھوڑی مدت کیلئے خون بند ہو جاتا ہے) حمنہ بنت جحشؓ کی حدیث ہے کہ جب وہ آپ ﷺ کے پاس آئی اور آ کر کہا:

---

(1)[مقررہ وقت کے علاوہ دیگر اَیام میں عاذل نامی رگ سے جو خون بکثرت خارج ہوتا ہے اسے استحاضہ کہتے ہیں۔(مترجم)]

(2)[دیکھیں: صحیح بخاری کتاب الحیض باب الاستحاضہ رقم (306)(387/1) والوضوء باب غسل الدم (228)(396/1) اور صحیح مسلم کتاب الحیض باب المستحاضة وغسلها وصلاتها رقم(333)]

''اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے استحاضہ کا خون کثرت سے آتا ہے'' (الحدیث) (1)
[اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوداود اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے اور انہوں نے امام احمدؒ سے اس کی تصحیح اور امام بخاری سے اس کی تحسین نقل کی ہے] (2)

مستحاضہ کے احوال

مستحاضہ (جس کو استحاضہ آتا ہے) کی تین حالتیں ہیں۔

پہلی حالت

استحاضہ سے پہلے عورت کی ماہواری معلوم ہو (3) اس میں عورت اپنے گذشتہ معلوم حیض کی مدت کی طرف لوٹے گی اور اس کے لئے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور باقی اس کے علاوہ استحاضہ کا خون ہوگا اور اس کے لئے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے۔

مثال

ایک عورت جسے ہر مہینہ کے شروع میں چھ دن حیض آتا ہے، پھر اس پر استحاضہ کا خون طاری ہوا اور وہ خون اسے استمرار کے ساتھ جاری رہتا ہے تو ہر مہینہ کے شروع کے چھ دن اس کے حیض کے ہوں گے اور باقی (ایام) استحاضہ کے ہوں گے جیسا کہ سیدہ فاطمہ بنت حبیشؓ نے کہا:
''اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے استحاضہ آتا ہے میں پاک نہیں رہتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟
تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''لا إن ذلک عرق ولکن دعی الصلاۃ قدر الأیام التی کنت تحیضین فیھا ثم اغتسلی وصلی'' (رواہ البخاری)
''نہیں یہ ایک رگ ہے لیکن جن ایام میں آپ کو حیض آتا ہے ان ایام کے بقدر نماز چھوڑ دے پھر غسل کر کے نماز ادا کرو'' (اسے بخاریؒ نے روایت کیا ہے) (4)

---

(1) [دیکھو: مسند أحمد 6/439-381-382-439-440،
اور ابو داود کتاب الطھارۃ باب اذا أقبلت الحیضۃ تدع الصلاۃ رقم (287)، (289)
اور جامع ترمذی کتاب الطھارۃ باب ماجاء فی المستحاضۃ أنھا تجمع بین الصلاتین بغسل واحد (128)
اور ابن ماجہ کتاب الطھارۃ باب ما جاء فی البکر إذا ابتدأت مستحاضۃ (628)] یہ روایت صحیح ہے ملاحظہ کریں۔ ''صحیح أبی داود'' (293) اور ''إرواء الغلیل'' (188) (202)]
(2) [دیکھو: سنن الترمذی (1/338) مع التحفۃ]
(3) پہلی حالت کا مفہوم یہ ہے کہ استحاضہ میں مبتلا ہونے سے پہلے عورت اپنی ماہواری کے ایام سے اچھی طرح واقف ہو۔
(4) [دیکھو: صحیح بخاری کتاب الحیض باب الاستحاضۃ رقم (306)، (1/487)]

اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے سیدہ اُم حبیبہ بنت جحشؓ سے فرمایا:

"امكثي قدر ما كانت تحبسك حيضتك ثم اغتسلي وصلي"(1)

"اتنے دن تم ٹھہری رہو، جتنے دن تم کو تمہارا حیض روکے رکھتا تھا پھر غسل کرو اور نماز ادا کرو"

اس حدیث کی بناء پر ایسی مستحاضہ عورت جس کا حیض معلوم ہے وہ اپنے حیض کے دنوں کی انتظار کرے گی۔(2)

پھر غسل کرے گی اور نماز ادا کرے گی اور اس وقت وہ (استحاضہ کے) خون کی پرواہ نہیں کرے گی

دوسری حالت

یہ ہے کہ استحاضہ سے پہلے عورت کا حیض معلوم نہ ہو۔ وہ اس طرح کہ عورت اپنے معاملہ کی ابتدا سے جب سے اس نے خون دیکھا ہے اسی وقت سے اسے خون جاری ہے تو ایسی خاتون تمیز کے ساتھ عمل کرے گی اس کا حیض سیاہ رنگ کا یا گاڑھا یا بدبودار جیسی امتیازی اوصاف کا حامل ہوگا اس کیلئے حیض کے احکام ثابت ہوں گے اور جو اس کے علاوہ خون کے اوصاف ہونگے وہ استحاضہ کے

(1)[دیکھو: صحیح مسلم کتاب الحیض باب المستحاضہ وغسلها وصلاتها رقم (334),(22/6-5-4)]

(2)[اپنے حیض کے دنوں کے انتظار سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنی عادت کے مطابق اپنے آپ کو حائضہ تصور کرے گی اور نماز روزہ چھوڑ دے گی، اس پر حیض کے تمام احکام عائد ہوں گے، ایام حیض مکمل کرنے کے بعد غسل کرے گی اور غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے گی باقی خون استحاضہ کا خون سمجھا جائے گا اور اس خون کی پرواہ نہیں کرے گی یعنی ان ایام استحاضہ میں نماز وغیرہ ترک نہیں کرے گی اگرچہ خون جاری ہی کیوں نہ رہے۔

ہوں گے اس کیلئے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے۔(1)

مثال

اس کی مثال اس طرح ہے کہ عورت نے پہلی مرتبہ جو خون دیکھا ہے وہ اسے جاری رہتا ہے لیکن عورت دس دن سیاہ رنگ کا خون دیکھتی ہے اور باقی مہینہ سرخ رنگ کا خون دیکھتی ہے یا دس دن گاڑھا خون دیکھتی ہے اور باقی مہینہ پتلا خون دیکھتی ہے یا دس دن خون کے ساتھ حیض کی بدبو پاتی ہے اور باقی مہینہ بدبو نہیں پاتی تو پہلی مثال میں اس کا حیض سیاہ رنگ کا خون ہے اور دوسری مثال میں گاڑھا خون حیض کا ہے اور تیسری مثال میں بدبودار اس کا حیض ہے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے فاطمہ بنت اُبی حبیشؓ سے فرمایا تھا۔

"إذا كان دم الحيضة فانه أسود يعرف فاذا كان ذلك فامسكي عن الصلاة فاذا كان الآخر فتوضئي وصلي فانما هو عرق" (2)

"اگر حیض کا خون ہوگا تو وہ سیاہ معروف ہوگا لہٰذا تم اس خون میں نماز سے رک جاؤ اور اگر اس کے برعکس دوسری طرح کا (خون) ہو تو تم وضو کر کے نماز پڑھو کیونکہ وہ رگ ہے"(3)

(اس حدیث کو امام ابوداود اور امام نسائی نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان و امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے)

---

(1)[دوسری حالت کا مفہوم یہ ہے کہ خاتون کو اپنے حیض (ماہواری) کے ایام معلوم نہ ہوں لیکن اس کے خون میں حیض کے امتیازی اوصاف پائے جاتے ہوں مثلاً سیاہ رنگ کا یا گاڑھا یا بدبودار خون جیسی صفات پائی جائیں گی تو اسے حیض شمار کیا جائے گا۔ لہٰذا عورت اس مدت میں اپنے آپ کو حائضہ تصور کر کے نماز روزہ ترک کر دے گی اس کے علاوہ باقی خون کو استحاضہ کا خون شمار کیا جائے گا۔

(2)[دیکھو: سنن أبی داود کتاب الطهارة باب اذا اقبلت الحيضة تدع الصلاة رقم (286)
سنن نسائی الطهارة باب الفرق بين دم الحيض والاستحاضه رقم (215) (216) (133/1)
مستدرک حاکم (174/1) امام حاکمؒ نے کہا ہے "صحيح على شرط المسلم" امام ذھبیؒ نے حاکم کی موافقت کی ہے اور امام ابن حبانؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے (1345) یہ حدیث صحیح ہے تفصیل کیلئے:
إرواء الغليل (223/1) (204) اور صحيح سنن أبی داود (52/2) (285) ملاحظہ ہو]

(3)["عرق" سے مراد عاذل نامی رگ ہے، جس سے بکثرت خون خارج ہوتا ہے جو استحاضہ کی علامت ہوتی ہے اس مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ استحاضہ والی عورت خون کے اوصاف کا اعتبار کر کے حیض اور عدم حیض کے درمیان تفریق کرے گی۔]

اور یہ حدیث (اگر چہ اس کی سند اور متن محل نظر ہے) اس پر اہل علم نے عمل کیا ہے اور یہ حدیث اکثر عورتوں کی عادت کی طرف لوٹانے سے بہتر ہے۔

تیسری حالت

تیسری حالت یہ ہے کہ عورت کا حیض معلوم نہ ہو (1) اور نہ ہی صحیح تمیز ہو سکے وہ اس طرح کہ استحاضہ کا خون جاری ہے جب سے اس نے خون دیکھا ہے اور خون ایک صفت یا مختلف صفات کا حامل ہو اور یہ ممکن ہی نہ ہو کہ حیض ہوگا تو یہ خاتون اکثر عورتوں کی عادت کے مطابق عمل کرے گی۔ ہر مہینے کے چھ یا سات دن اس کا حیض ہوگا اور اس (حیض) کی ابتدا اس مدت کے اوائل سے ہوگی جس مدت میں اس نے خون دیکھا ہے۔ اور اس کے علاوہ (باقی ایام) استحاضہ کے ہوں گے۔

مثال

اس کی مثال یہ ہے کہ عورت مہینہ کے پانچویں دن کے شروع میں خون دیکھتی ہے اور اسے خون جاری رہتا ہے بغیر کسی ایسی تمیز کے جو (تمیز) حیض کے لئے صحیح ہو نہ ہی رنگ کے ساتھ اور نہ ہی رنگ کے علاوہ کسی دوسری چیز کے ساتھ (حیض کی تمیز ہو سکے) تو اس کا حیض ہر مہینے کے چھٹے یا ساتویں دن ہوگا وہ ہر مہینے کے پانچویں دن ابتداء کرے گی جیسے کہ سیدہ حمنہ بن جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے۔

وہ فرماتی ہیں: اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بہت شدت و کثرت سے استحاضہ کا خون بہتا ہے آپ ﷺ کی اس بارے کیا رائے ہے یقیناً استحاضہ نے مجھے نماز اور روزوں سے روک دیا ہے۔

---

(1) [یعنی خاتون کو اپنی ماہواری کے ایام کا پتہ ہی نہ ہو یعنی پہلے سے اس کی کوئی عادت ہی نہ ہو، اور خون میں بھی کوئی ایسا وصف نہ پایا جاتا ہو جس کے ذریعہ حیض اور عدم حیض کے درمیان تفریق کر سکتی ہو تو ایسی خاتون ماہواری کی اکثر مدت ہر مہینہ میں چھ یا سات دن حیض شمار کرے گی۔ کیونکہ یہی اکثر عورتوں کی عادت ہوتی ہے]

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"أنعت لک الکرسف فانہ یذھب الدم"

(میں آپ کو "کرسف" رکھنے کا طریقہ بتاتا ہوں اس سے خون چلا جائے گا)(1)

تو انہوں نے کہا: "یہ تو اس سے بھی زیادہ ہے۔"

اور اسی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إنما ھذا رکضة من رکضات الشیطان فتحیضی ستة أیام أو سبعة أیام فی علم اللہ تعالیٰ ثم اغتسلی حتیٰ إذا رأیت أنک قد طھرت و استنقیت فصلی أربعة وعشرین أو ثلاثا و عشرین لیلة وأیامھا و صومی "(الحدیث)(2)

"یہ شیطان کے دھکوں میں سے ایک دھکا ہوتا ہے لہذا چھ دن یا سات دن حیض کے گزارو (جو اللہ کے علم میں ہے) پھر غسل کرو یہاں تک کہ جب یہ دیکھو کہ آپ پاک ہوگئی ہیں اور حیض سے صاف ستھری ہوگئی ہیں تو 24 یا 23 دن رات نماز پڑھو اور روزہ رکھو"

اس حدیث کو امام احمدؒ، ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے اور انہوں نے امام احمدؒ سے اس کی تصحیح اور امام بخاری سے اس کی تحسین نقل کی ہے"(3)

آپ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

"ستة أیام أو سبعة" یہ تخییر" کیلئے نہیں ہے یہ اجتہاد کیلئے ہے لہذا وہ خاتون دیگر خواتین کو دیکھے

---

(1)["کرسف" سے مراد: روئی ہے اور آج کے زمانے میں پائے جانے والے طبی کیئر فری (Carefree) کا استعمال بھی ممکن ہے اور اس روئی کو خاتون شرمگاہ پر رکھے گی۔

(2)[دیکھو: مسند أحمد (439/6) سنن أبی داود (287) (289) جامع ترمذی (128)، سنن ابن ماجه (628) یہ روایت صحیح ہے مزید تفصیل کیلئے صحیح سنن أبی داود (مفصل) (67/1) (293) اور "إرواء الغلیل (202/1) (188) دیکھیں۔]

(3)[ملاحظہ کریں: "جامع الترمذی" (338/1)]

گی جواس کی حالت کے زیادہ قریب ہوں وہ اس طرح کہ جو اس کی خلقت کے مشابہہ ہو اور عمر اور رشتہ کے اعتبار سے اس خاتون کے قریب ہو اور یہ بھی دیکھے گی کہ اس کا خون حیض کے زیادہ قریب ہے اور اسی طرح کے دوسرے ''اعتبارات'' کو بھی مدنظر رکھے گی لہٰذا اگر چھ دن زیادہ مناسب ہوں گے تو وہ چھ دن بنائے گی اور اگر سات دن زیادہ مناسب ہوں گے تو سات دن بنائے گی۔(1)

مستحاضہ کے مشابہہ خاتون کی حالت

کبھی کبھی عورت کو ایسا سبب لاحق ہوتا ہے جو اس کی شرمگاہ سے خون بہنے کا موجب بنتا ہے جیسے رحم (بچہ دانی) کا آپریشن (Operation) یا اس سے کم کوئی سبب ہو تو اس کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: آپریشن کے بعد حیض آنا ناممکن ہو

یہ معلوم ہو کہ آپریشن کے بعد عورت کو حیض آنا ناممکن ہے مثال کے طور پر آپریشن سے رحم (بچہ دانی) بالکل جڑ سے کاٹ دی جائے یا اس طرح بند کر دی جائے کہ اس سے خون نہ اتر سکے تو ایسی خاتون

---

(1) [تو استحاضہ خاتون کی یہ تین حالتیں ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:

1. صاحب عادت خاتون: صاحب عادت عورت اپنے معاملہ کو اپنی عادت پر محمول کرے گی یعنی اپنی سابقہ عادت کے ذریعہ حیض وعدم حیض میں تفریق کرے گی۔
2. صاحب تمیز خاتون: صاحب تمیز خاتون حیض اور استحاضہ کے خون میں تفریق وتمیز پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کریگی۔ کیونکہ سیاہ گاڑھے بدبودار خون کا حیض ہونا زیادہ اقرب ہے بہ نسبت سرخ خون کے،
3. عورتوں کی عمومی عادت: ایسی عورت جو نہ تو صاحب عادت ہو اور نہ ہی صاحب تمیز ہو وہ چھ یا سات دن ہر مہینہ میں حیض شمار کرے گی اور یہ چھ یا سات دن اختیار کے نہیں ہیں بلکہ اجتہاد کے ہیں ان دنوں میں جو بھی حیض کے قریب تر ہوں گے ان کو حیض شمار کریگی اور باقی استحاضہ شمار کرے گی تو اس طرح مستحاضہ خاتون کے متعلق رسول ﷺ سے ثابت شدہ تینوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہو جاتی ہے]

کیلئے استحاضہ کے اُحکام ثابت نہیں ہوں گے اس کا حکم ایسی خاتون کا سا ہے۔ جو "طہر" کے بعد زرد رنگ یا مٹیالے رنگ یا رطوبت دیکھتی ہے تو ایسی خاتون نماز اور روزہ نہیں چھوڑے گی اور اس سے جماع کرنا بھی ممنوع نہیں ہے اور اس خون کو دھونا واجب نہیں ہے لیکن نماز کے وقت عورت پر لازم ہے کہ وہ خون دھوئے اور شرمگاہ پر پٹی وغیرہ باندھے تاکہ پٹی خون روک دے پھر وہ نماز کیلئے وضو کرے گی اور نماز کا جب وقت ہوگا اسی وقت وہ وضو کرے گی جیسے پانچ فرضی نمازیں ہیں وگرنہ جب بھی وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے گی اسی وقت وضو کرے گی جیسے مطلق نوافل پڑھنا(1)

دوسری قسم: آپریشن کے بعد حیض کا امکان ہو

دوسری قسم یہ ہے کہ آپریشن کے بعد عورت کے حیض کا رکنا معلوم نہ ہو بلکہ ممکن ہو کہ اسے حیض آ جائے تو اس خاتون کا حکم وہی ہوگا جو مستحاضہ کا حکم ہے۔ اور آپ ﷺ کا مذکورہ قول (جو آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت اُبی حبیش ؓ سے کہا تھا) اس پر دلالت کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت اُبی حبیش ؓ سے فرمایا: (إنما ذلک عرق ولیس بالحیضة فاذا أقبلت الحیضة فاترکی الصلاة) (2)

"یہ ایک رگ ہے اور حیض نہیں ہے، جب تمہارا حیض آ جائے تو نماز چھوڑ دو"

تو آپ ﷺ کا فرمان "فاذا أقبلت الحیضة" مستحاضہ کے حکم کا فائدہ دیتا ہے اس عورت کے بارے میں جس کیلئے حیض کا آنا اور جانا ممکن ہو اور جس عورت کے لئے حیض ممکن نہ ہو تو اس کا خون ہر حالت میں رگ کا خون ہوگا۔(3)

---

(1)[یعنی فرضی نمازوں کا جب وقت ہو اس وقت وہ وضو کرے گی لیکن اگر وہ نفلی نماز پڑھنا چاہتی ہے تو وہ وضو کر کے نفلی نماز پڑھ سکتی ہے]

(2)[دیکھو: صحیح بخاری کتاب الحیض باب الاستحاضہ رقم(306)(387)]

(3)[یعنی جس خاتون کیلئے حیض آنا ممکن نہ ہو تو اس کا خون استحاضہ کا خون تصور ہوگا اور اس کیلئے استحاضہ کے احکام ثابت ہونگے۔

استحاضہ کے احکام

جو بحث پہلے گزر چکی ہے اس سے ہم نے پہچان لیا ہے کہ کب خون حیض ہوتا ہے اور کب استحاضہ ہوتا ہے اور جب حیض کا خون ہوگا تو اس کے لئے حیض کے احکام ثابت ہونگے اور جب استحاضہ کا خون ہوگا تو اس کے لئے استحاضہ کے احکام ثابت ہوں گے حیض کے اہم اُحکام کا تذکرہ پیچھے ہو چکا ہے اور باقی رہے استحاضہ کے احکام تو استحاضہ کے احکام ''طہر'' کے احکام کی مانند ہیں۔ مستحاضہ عورت اور طاہرہ عورت کے درمیان ماسوائے مندرجہ ذیل احکام کے کوئی فرق نہیں ہے۔

پہلا حکم : ہر نماز کیلئے وضوء کرنا

مستحاضہ کیلئے ہر نماز کے وقت وضوء کرنا واجب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ بنت ابی حبیش ؓ سے فرمایا تھا:

''ثم توضئی لکل صلاۃ''

(پھر ہر نماز کیلئے وضوء کرو) (1)

اسے امام بخاریؒ نے ''باب غسل الدم'' میں روایت کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت ایسی نماز جس کا وقت مقرر ہے جب اس کا وقت ہوگا تو اس وقت ہی وضوء کرے گی۔ اور جس نماز کا وقت مقرر نہیں ہے تو جب وہ نماز پڑھنے کا ارادہ کرے گی وہ وضوء کرے گی (2)

دوسرا حکم : خون کے نشان دھونا

عورت جب وضوء کا ارادہ کرے گی تو وہ خون کے اثرات دھوئے گی اور شرمگاہ پر کاٹن کی پٹی باندھے گی تاکہ خون رک جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ سیدہ حمنۃ بنت حبیش ؓ سے فرمایا تھا: '' أنعت

(1) [دیکھو: صحیح بخاری کتاب الوضوٗ باب غسل الدم (338) (396/1)]

(2) [یعنی جب فرضی نماز کا وقت ہوگا تو اس وقت ہی وضوء کرے گی لیکن جب نفلی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے گی تو وضوء کرکے پڑھ لے گی]

لک الکرسف فانه یذھب الدم "(1)

(میں آپ کو روئی رکھنے کا طریقہ بتاتا ہوں اس سے خون جاتا رہے گا"

انہوں نے کہا: وہ تو اس سے بھی زیادہ ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کپڑا رکھ لو"

تو انہوں نے عرض کیا: کہ یہ اس سے کہیں زیادہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"تو آپ لنگوٹ کس لو" (الحدیث)

لنگوٹ باندھنے کے بعد جو بھی اس کی شرمگاہ سے خون جاری ہوگا وہ مضر نہیں ہوگا جس طرح آپ ﷺ نے فاطمہ بنت حبیش ؓ سے فرمایا تھا:

"اپنے حیض کے ایام میں نماز سے اجتناب کرو پھر غسل کرو اور ہر نماز کیلئے وضوء کرو پھر نماز پڑھو اگرچہ خون کے قطرے چٹائی پر ہی کیوں نہ گریں۔(2)

تیسرا حکم: جماع

جب آدمی کو ترکِ جماع سے زنا کا ڈر نہ ہو تو اس جماع کے جواز کے بارے علماء کرام نے اختلاف کیا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ جماع کرنا مطلق طور پر جائز ہے کیونکہ آپ ﷺ کے زمانہ میں بہت ساری خواتین تقریباً دس یا اس سے زیادہ استحاضہ کی مرض میں مبتلا ہوئیں مگر اللہ اور ان کے رسول ﷺ نے ان کے ساتھ جماع کرنے سے منع نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

---

(1) [دیکھو: مسند أحمد (439/6)، ابو داود (287)، ترمذی (128) ابن ماجه (628) حدیث صحیح ہے تفصیل کیلئے الارواء (202/1) ملاحظہ کریں]

(2) [دیکھیں: مسند أحمد (6/42-204-2626) ابن ماجه رقم (624) (345/1) آخری جملہ (وان قطر الدم علی الحصیر) کے علاوہ باقی حدیث صحیح ہے: تفصیل کیلئے دیکھو: نصب الرایۃ (2001/1) ارواء الغلیل (146/1) (109) اور مفصل سنن ابی داود (100/2) رقم (315)]

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ﴾ (1)

''حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو''

اس بات پر دلیل ہے کہ اَیامِ حیض کے سوا خواتین سے الگ ہونا واجب نہیں ہے۔ اور دوسری بات جب استحاضہ کی حالت میں نماز ادا کرنا جائز ہے تو جماع اس سے بھی زیادہ آسان ہے اور مستحاضہ کے جماع کا قیاس حائضہ کے جماع پر کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ (مستحاضہ اور حائضہ) برابر نہیں ہیں حتیٰ کہ جو حرمت کے قائل ہیں (2) ان کے ہاں بھی یہ برابر نہیں ہیں اور یہ قیاس مع الفارق ہے جو کہ صحیح نہیں ہے (3)

---

(1) [دیکھو: سورۃ البقرۃ آیت نمبر 222]

(2) [حرمت کے قائل سے مراد جو کہتے ہیں حالتِ استحاضہ میں جماع حرام ہے ان کے نزدیک بھی استحاضہ اور حائضہ میں فرق ہے اور یہ دونوں مساوی نہیں ہیں]

(3) [قیاس مع الفارق سے مراد یہ ہے کہ مقیس علیہ (حائضہ) جس پر قیاس کیا جا رہا اس کا مفہوم کچھ ہے اور مقیس (مستحاضہ) جس کو قیاس کیا جا رہا ہے اس کا مفہوم کچھ اور ہے اور ان کے درمیان علت بھی متحدہ نہیں ہے لہٰذا دونوں میں فرق ہے اس لیے مستحاضہ کے جماع کا قیاس حائضہ کے جماع کے ساتھ کرنا درست نہیں ہے]

چھٹی فصل

(نفاس اور اس کا حکم)

نفاس:

اس خون کو کہتے ہیں جو رحمِ مادر سے ولادت کے سبب یا تو ولادت کے وقت یا ولادت کے بعد دو دن یا تین دن پہلے دردِ زہ کے ساتھ خارج ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا ہے:

''کہ عورت جب دردِ زہ میں مبتلا ہو کر خون دیکھتی ہے تو وہ نفاس ہے''(1)

شیخ الاسلامؒ نے دو دن یا تین دن کی قید نہیں لگائی اور ''دردِ زہ'' سے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کی مراد جو ولادت کے بعد ہوتا ہے وگرنہ وہ نفاس نہیں ہے۔

علماء کرام نے نفاس کے اُقل (کم) اور اکثر کی حد میں اختلاف کیا ہے شیخ تقی الدینؒ نے اپنے رسالہ ''الأسماء التی علق الشارع الأحکام بھا ص(37)''میں فرمایا ہے:

''نفاس کے اُقل اور اکثر اَیام کی حد مقرر نہیں ہے اگر اندازہ کیا گیا ہو کہ عورت نے چالیس یا ساٹھ یا ستر سے زائد دن خون دیکھا اور وہ ختم ہو گیا تو وہ نفاس ہے لیکن اگر وہ خون اس خاتون کو جاری رہا تو وہ فسادی خون ہوگا تو اس وقت اس کی حد چالیس دن ہے کیونکہ چالیس غالب طور پر آخری حد ہے جس بارے آثار بھی وارد ہوئے ہیں''(2)

(1) [دیکھو: فتاویٰ ابن تیمیہؒ(240/19)]

(2) دیکھو: فتاویٰ ابن تیمیہؒ(240-239/19)]

نفاس کی تجدید

قلت:

اس بناء پر جب عورت کا خون چالیس دن سے زیادہ ہو جائے حالانکہ چالیس دن کے بعد خون کا انقطاع اس عورت کی عادت ہے، یا اس خون میں انقطاع کے قرب کی نشانیاں ظاہر ہو جائیں تو وہ خون کے ختم ہونے کا انتظار کرے وگرنہ چالیس دن مکمل ہونے پر غسل کرے کیونکہ اکثر یہی ہوتا ہے اگر اس کے حیض کا زمانہ آجائے تو وہ خاتون حیض کا زمانہ ختم ہونے تک انتظار کرے گی جب اس کا خون منقطع ہو جائے وہ ایسے ہو جیسا کہ اس کی عادت ہے تو وہ مستقبل میں اس کے مطابق عمل کرے گی۔ اور اگر خون جاری رہے تو وہ مستحاضہ تصور ہو گی اور استحاضہ کے سابقہ احکام اس پر نافذ ہوں گے (1)

اگر چالیس دن سے پہلے خون ختم ہو گا وہ غسل کرے گی اور نماز پڑھے گی۔ خاوند بھی اس سے جماع کر سکتا ہے الا یہ کہ انقطاع (خون) ایک دن سے کم ہو تو اس کا کوئی حکم نہیں ہے علامہ ابن قدامہ نے اسے ''المغنی'' میں ذکر کیا ہے (2)

نفاس وضع حمل کے بعد ثابت ہو گا جس میں انسان کی تخلیق بھی واضح ہو اگر عورت ناقص الخلقت بچہ وضع کرتی ہے جس میں انسان کی تخلیق واضح نہیں ہوتی تو اس کا خون نفاس کا خون نہیں ہو گا بلکہ وہ رگ کا خون ہو گا۔ اس خاتون کا حکم مستحاضہ کا حکم ہو گا سب سے کم مدت جس میں انسان کی تخلیق ابتداء حمل سے نمایاں ہوتی ہے وہ اسی (80) دن ہے اور اکثر مدت نوے دن ہے (یعنی تین مہینے ہے)

شیخ مجد ابن تیمیہ ؒ نے فرمایا ہے:

''اگر خاتون وضع حمل سے پہلے دردِ زہ کے ساتھ خون دیکھتی ہے تو وہ اس کی پروا نہیں کرے گی اور وضع حمل کے بعد نماز اور روزے سے رک جائے گی پھر اگر وضع حمل کے بعد معاملہ ظاہری حالت

---

(1) [یعنی اس پر استحاضہ کے احکام لاگو ہوں گے جو پہلے گزر چکے ہیں]

(2) دیکھو: ''المغنی'' لا بن قدامہ [(359/1)]

کے خلاف نکلا تو وہ خاتون رجوع کرے گی اور تدارک کرے گی اور اگر معاملہ ظاہری حالت کے خلاف منکشف نہیں ہوتا تو ظاہر کا حکم جاری رہے گا(1) اور کوئی اعادہ نہیں ہوگا(2)

نفاس کے احکام

نفاس کے بھی وہی احکام ہیں جو حیض کے ہیں سوائے چند احکام کے جو کہ درج ذیل ہیں۔

پہلا حکم: عدت

عدت کا اعتبار طلاق کے ساتھ کیا جائے گا نہ کہ نفاس کے ساتھ کیونکہ اگر طلاق وضع حمل سے پہلے ہو تو عدت وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی نفاس کے ساتھ ختم نہیں ہوگی اگر طلاق وضع حمل کے بعد ہو تو وہ عورت حیض کے آنے کا انتظار کرے گی جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرا حکم: ایلاء کی مدت

ایلاء کی مدت میں حیض کے ایام شمار ہوتے ہیں۔ نفاس کے ایام شمار نہیں ہوتے۔ "ایلاء" یہ ہے کہ آدمی اپنی عورت سے ہمیشہ کے لئے ترک جماع کی قسم اٹھاتا ہے یا ایسی مدت کے لئے جو چار مہینوں سے زیادہ ہوتی ہے۔ جب وہ قسم اٹھاتا ہے اور عورت اس سے جماع کا مطالبہ کرتی ہے تو اس کی قسم کی مدت چار مہینے بنائی جائے گی اور جب چار ماہ مکمل ہو جائیں گے تو خاوند عورت کے مطالبہ پر جماع یا طلاق پر مجبور کیا جائے گا اور اس مدت میں اگر عورت کو نفاس کا خون آجائے تو یہ مدت شمار نہیں کی جائے گی اور چار مہینوں پر نفاس کی مدت کی بقدر اضافہ کیا جائے گا۔ برخلاف حیض کے کیونکہ اس کی مدت شمار کی جائے گی۔

---

(1)[اس کا مفہوم یہ ہے کہ وضع حمل کے بعد اگر خاتون چالیس دن سے پہلے پاک ہو جاتی ہے (یہ ظاہری حالت کے خلاف ہے) تو وہ خاتون نماز روزہ کی طرف رجوع کرے گی وہ غسل کر کے نماز وغیرہ پڑھے گی اپنے واجبات کا تدارک کرے گی اور اگر کوئی معاملہ ظاہری حالت کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ چالیس دن تک خون جاری رہتا ہے تو ظاہر کا حکم جاری رہے گا نماز وغیرہ نہیں پڑھے گی]

(2) [دیکھو: "شرح الاقناع"]

تیسرا حکم: بلوغت

بلوغت حیض آنے سے حاصل ہوتی ہے نفاس سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ عورت کا بغیر انزال حاملہ ہونا ناممکن ہے۔حمل کیلئے بلوغت کا حصول سابقہ انزال سے ہوتا ہے۔

چوتھا حکم: حیض اور نفاس میں فرق

جب حیض کا خون ختم ہو جائے پھر عادت کی طرح واپس آجائے تو وہ یقینی طور پر حیض ہے مثال کے طور پر عورت کی حیض کی عادت آٹھ دن ہے۔وہ چار دن حیض دیکھتی ہے پھر دو دن حیض بند ہو جاتا ہے پھر ساتویں اور آٹھویں دن دوبارہ حیض آجاتا ہے۔تو یہ دوباہ آنے والا حیض یقینی طور پر حیض ہی ہوگا اس کیلئے حیض کے احکام ثابت ہوں گے۔

اور رہی بات نفاس کے خون کی تو جب نفاس کا خون چالیس دن سے پہلے بند ہو گیا پھر چالیس دن میں دوبارہ خون آگیا تو وہ مشتبہ ہے عورت پر واجب ہے کہ وہ نماز پڑھے اور فرض روزے رکھے جس کا وقت مقرر ہے اور فرائض کے علاوہ اس خاتون پر وہ کچھ حرام ہے جو کہ حائضہ پر حرام ہے اور جو ان دنوں میں اس نے کیا ہے" طہر" کے بعد اس کی قضا دے گی جس طرح حائضہ پر قضا واجب ہوتی ہے۔اور یہی فقہاء حنابلہ کے ہاں مشہور ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ جب عورت کو خون ایسے زمانے میں دوبارہ واپس آجائے جس میں ممکن ہو کہ نفاس ہے تو وہ نفاس ہوگا وگرنہ حیض ہوگا اگر وہ خون عورت کو جاری رہتا ہے تو وہ استحاضہ کا خون ہوگا۔

یہ اس قول کے قریب ہے جسے علامہ ابن قدامۃؒ نے "المغنی" میں امام مالکؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا:

"اگر عورت خون کے ختم ہونے کے بعد یا تیسرے دن بعد دوبارہ خون دیکھتی ہے تو وہ نفاس کا خون ہے وگرنہ وہ حیض ہے"(1)

(1)[دیکھو:"المغنی" لا بن قدامۃ(1/361)]

اور یہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کے اختیار کا تقاضا ہے۔

حسب واقع خون میں کوئی چیز مشکوک نہیں ہے لیکن شک امر نسبی ہے جس میں لوگ اپنے علم وفہم کے مطابق مختلف ہیں اور کتاب وسنت ان میں ہر چیز کو واضح کرنیوالی ہے اللہ تعالیٰ نے کسی ایک پر واجب نہیں کیا کہ وہ دو مرتبہ روزہ رکھے یا دو مرتبہ طواف کرے الا یہ کہ روزے میں نقص وخلل ہو جس کا تدارک قضاء کے بغیر ناممکن ہو۔

رہی بات بندے کے فعل کی جس پر وہ اپنی حسب طاقت قدرت رکھتا ہے تو اس کا ذمہ پورا ہو جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾(1)

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ پابند نہیں کرتا''

اور فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

''جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو(2)

پانچواں فرق (جماع)

حیض میں جب عورت عادت سے پہلے پاک ہو جائے تو اس کے خاوند کیلئے بغیر کسی کراہت کے جماع کرنا جائز ہے اور نفاس میں جب عورت چالیس دن سے پہلے پاک ہوگی تو مشہور مذہب کے مطابق اس کے خاوند کیلئے جماع کرنا مکروہ ہے۔

اور صحیح قول یہ ہے کہ اس خاتون سے جماع کرنا مکروہ نہیں ہے۔

اور جمہور علماء کا یہی قول ہے کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے جو شرعی دلیل کی محتاج ہے۔

اور اس مسئلہ میں شرعی دلیل نہیں ماسوائے اس قول کے جیسے امام احمد بن حنبل ؒ نے عثمان بن ابی العاص

(1)[دیکھو: سورة البقرة آیت نمبر(286)]

(2)[دیکھو: سورة التغابن آیت نمبر(16)]

کی بیوی کے بارے میں نقل کیا ہے(1)

کہ ''وہ چالیس دن سے پہلے عثمان کے پاس آئیں تو انہوں نے کہا: ''میرے قریب مت آؤ''(2)

اور یہ قول کراہت کو لازم نہیں کرتا کیونکہ کبھی کبھی خاوند کی طرف سے بطور احتیاط اس ڈر سے ہو جاتا ہے کہ خاتون کو ابھی ''طہر'' پر یقین نہیں ہے یا اس بناء پر کہ جماع کی وجہ سے خون حرکت کرے گا یا اس کے علاوہ اور بھی دوسرے اسباب ہو سکتے ہیں۔(واللہ اعلم)

(1)[دیکھو: ''المغنی لابن قدامۃ''(260/1)]

(2)[دیکھو: سنن دار قطنی کتاب الحیض(302/1)رقم(844)، السنن الکبریٰ(342/1)بیھقی وابن الجارود(118)، والدارمی(229/1)والحاکم(176/1)ومصنف عبدالرزاق(1201)
اس حدیث کی سند ضعیف ہے سنن دار قطنی کی سند میں ابو بکر الھذلی راوی ہے جس کو حافظ ابن حجر نے ''التقریب''(369/2)میں ''متروک الحدیث'' کہا ہے اور دوسری علت یہ روایت منقطع ہے کیونکہ اس حدیث کو حسن البصری عثمان بن أبی العاص سے روایت کرتے ہیں امام حاکم نے فرمایا ہے: حسن کا عثمان سے سماع نہیں ہے امام ذھبی نے بھی امام حاکم کی موافقت کی ہے تفصیل کیلئے ''غوث المکدود'' ص(122)ملاحظہ کریں]

ساتویں فصل

مانع حیض، مانع حمل اور اسقاط حمل کے بارے میں

حیض روکنا

عورت کا کوئی چیز استعمال کر کے اپنے حیض کو روکنا دو شرطوں سے جائز ہے۔

پہلی شرط:

عورت کی صحت کیلئے دوا مضر نہ ہو۔ اور اس پر ضرر و تکلیف کا خدشہ نہ ہو اگر اس کے استعمال سے تکلیف کا خدشہ ہو تو اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے یہ نا جائز ہے:

"﴿وَلَا تُلْقُوْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾"(1)

"اپنے آپ کو ہلاکت کی طرف نہ ڈالو"

اور فرمایا:

"﴿وَلَا تَقْتُلُوْا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا﴾"(2)

"اور اپنے آپ کو قتل مت کرو یقیناً اللہ تم پر رحم کرنے والا ہے"

---

(1)[دیکھو: سورة البقرة آیت نمبر(195)]

(2)دیکھو: سورة النساء آیت نمبر(29)]

دوسری شرط:

حیض کو روکنا خاوند کی اجازت سے ہو، اگر اس کا روکنا خاوند کے متعلق ہو مثال کے طور پر عورت خاوند کے پاس ایسی عدت میں ہے جس عدت میں عورت کا نان ونفقہ خاوند کے ذمہ واجب ہے تو عورت ایسی میڈیسن (دوائی) استعمال کرتی ہے جس سے اس کی مدت بڑھ جاتی ہے اور خاوند پر عورت کا نان ونفقہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت عورت کیلئے خاوند کی اجازت کے بغیر ایسی دوائی استعمال کرنا ناجائز ہے جو حیض کو روکتی ہو۔ اور اسی طرح اگر یہ ثابت ہو جائے کہ حیض کے روکنے سے حمل رکتا ہے تو اس وقت خاوند کی اجازت لازمی وضروری ہے

اور اگر جواز ثابت ہو بھی جائے پھر بھی بہتر یہ ہے کہ ضرورت کے علاوہ دوائی استعمال نہ کی جائے کیونکہ طبیعت کو اپنی اصلی حالت پر چھوڑنا یہ صحت کو اعتدال اور سلامتی کی طرف لانے کے زیادہ قریب ہے۔

حیض کو لانا:

اور رہی بات یہ کہ ایسی چیز کا استعمال کرنا جو حیض کو لانے کا باعث بنے یہ بھی دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

پہلی شرط:

پہلی شرط یہ ہے کہ عورت دوائی استعمال کر کے کسی واجب کے سقوط کا حیلہ نہ کرے۔ مثال کے طور پر عورت رمضان کے قریب اس وجہ سے دوائی استعمال کرتی ہے تا کہ وہ روزہ نہ رکھے یا دوائی کے استعمال سے نماز ساقط ہو جائے اور اسی طرح دوسرے امور ہیں۔

دوسری شرط:

حیض کو لانا خاوند کی اجازت سے ہو کیونکہ حیض کا حصول خاوند کو مکمل فائدہ اٹھانے سے روکتا ہے تو

اس لیے خاوند کی رضامندی کے بغیر ایسی چیز استعمال کرنا ناجائز ہے جو چیز خاوند کے حق کو روکتی ہو۔

اور اگر وہ عورت مطلقہ ہو تو حیض کو لانے میں یہ حکمت ہوتی ہے کہ خاوند کے حقِ رجوع کو جلدی سے ختم کر دیا جائے اگر خاوند حق رجوع کا حق دار ہو۔

مانع حمل کا حکم

اور رہی بات یہ کہ ایسی چیز کا استعمال کرنا جو حمل کو روکتی ہو اس کی دو قسمیں ہیں

پہلی قسم:

حمل کو مستقل طور پر روکنا یہ ناجائز ہے کیونکہ اس سے حمل ختم ہوتا ہے اور نسل کم ہو جائے گی اور یہ امتِ اسلامیہ کی کثرت کا جو شارع علیہ السلام کا مقصود تھا اس کے بھی خلاف ہے (1)

اور دوسرا یہ بھی معلوم و مأمون نہیں کہ جو اولاد موجود ہے اگر وہ فوت ہو گئی تو خاتون ایسی ضعیف و کمزور اور محتاج ہو جائے گی کہ اس کی کوئی اولاد بھی باقی نہیں رہے گی۔

---

(1) [رسول اکرم ﷺ کا اس بارے بھی فرمان ہے آپ ﷺ نے فرمایا "تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الأنبياء يوم القيامة"

"اس عورت سے شادی کرو جو زیادہ محبت کرنی والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو میں قیامت والے دن انبیاء پر تمہاری کثرت کے سبب فخر کروں گا"

دیکھیں: [سنن أبي داود (542/2) رقم الحدیث (2050) اس روایت کو علامہ البانیؒ نے "حسن صحیح" کہا ہے ملاحظہ ہو "صحیح أبي داود" رقم (2050)]

دوسری قسم:

حمل کو ایک وقت مقرر تک روکا جائے مثال کے طور پر عورت کثرت حمل والی ہے اور حمل اسے تکلیف دیتا ہے تو خاتون یہ چاہتی ہے کہ اس کا حمل دو سال میں ایک مرتبہ منظم ہو جائے یہ اس شرط سے جائز ہے کہ ایک تو اس کا خاوند اسے اجازت دے اور دوسرا اس سے عورت کو نقصان نہ ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں اپنی عورتوں سے اس وجہ سے ''عزل'' کرتے تھے کہ ان کی عورتیں حاملہ نہ ہوں تو اس سے ان کو روکا نہیں گیا (1)

اور ''عزل'' یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے جماع کرتے ہوئے اپنے ''ذکر'' کو انزال کے وقت باہر نکال لے اور شرمگاہ سے باہر انزال کرے۔

اسقاط حمل کا حکم

اور رہی بات یہ کہ ایسی چیز استعمال کرنا جس سے اسقاطِ حمل (ABORTION) ہوتا ہے تو اس کی دو قسمیں ہیں۔

---

(1) [''عزل'' کی مشروعیت کے بارے چند درج ذیل احادیث ہیں۔

1. حدیث سیدنا جابرؓ: (قال : كنا نعزل على عهد رسول الله والقرآن ينزل)

''ہم رسول ﷺ کے زمانہ میں عزل کرتے تھے جب کہ قرآن اترتا تھا''

دیکھیں: [صحیح بخاری (305/9) رقم (5208) اور صحیح مسلم (1065/2) رقم (138)]

2. اور سیدنا جابرؓ ہی سے مروی ہے: (قال كنا نعزل على عهد رسول الله ﷺ فبلغ ذلك رسول ﷺ فلم ينهنا)

''ہم رسول اکرم ﷺ کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے اس کی خبر رسول ﷺ کو پہنچی مگر آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع نہیں کیا:

دیکھیں: صحیح مسلم (1065/2) رقم (1440)]

مزید تفصیل کیلئے: ''فقه السنة'' (230/2) از سید سابق ملاحظہ کریں]

پہلی قسم:

حمل ضائع کرنے کے ارادے سے اسقاط نفخ روح کے بعد ہے تو یہ بلاشک وشبہ حرام ہے کیونکہ یہ ایک نفس کا ناحق قتل کرنا ہے اور جان کا قتل کرنا کتاب وسنت اور مسلمانوں کے اجماع سے حرام ہے۔

اور اگر یہ عمل روح پھونکے جانے سے پہلے ہو تو اس کے جواز کے بارے علماء کرام نے اختلاف کیا ہے:

بعض علماء نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے منع کیا ہے اور بعض نے فرمایا ہے:

"اگر علقة " نہ ہو تو جائز ہے(1)

. اور بعض نے فرمایا ہے:"اگر اس میں انسان کی شکل وصورت نمایاں نہ ہو تو جائز ہے:

اور احوط یہ ہے کہ بغیر ضرورت وحاجت کے اسقاطِ حمل ممنوع ہے جیسا کہ عورت ایسی مریضہ ہے کہ حمل برداشت نہیں کرسکتی وغیرہ تو اس وقت اسقاطِ حمل جائز ہے ہاں اگر اس حمل پر اتنی مدت گزر گئی ہو جس میں انسان کی شکل وصورت واضح ہونا ممکن ہو تو اس صورت میں اسقاطِ حمل ممنوع ہے۔(واللہ اعلم)

دوسری قسم

اسقاطِ حمل سے حمل ضائع کرنا مقصود نہ ہو اس طرح کہ حمل کی مدت کے پوری ہونے اور وضع حمل کے قریب ہونے کے وقت اسقاطِ حمل کی کوشش کرنا۔ یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ اس صورت میں ماں اور بچے کا نقصان نہ ہو اور آپریشن کی بھی ضرورت نہ پڑے۔ اگر آپریشن کی ضرورت پڑتی ہے تو اس کی چار حالتیں ہیں۔

پہلی حالت

پہلی حالت یہ ہے کہ ماں اور بچہ دونوں زندہ ہوں تو ضرورت کے بغیر آپریشن جائز نہیں ہے وہ اس طرح کہ عورت کی ولادت (Delevery) مشکل ودشوار ہو جائے تو آپریشن کی ضرورت پڑے۔

---

(1) [عَلَقَةٌ سے مراد: گاڑھا خون ہے جو "نطفه" "قطرہ منی" سے چالیس دن کے بعد بنتا ہے اور عَلَقَةٌ کے بعد "مُضغَة" "گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے جس طرح سورۃ الحج آیت نمبر (5) وغیرہ میں ہے]

یہ اس لیے کہ جسم بندے کے پاس ایک امانت ہے تو بندہ کسی بڑی مصلحت کے سوائے اس میں تصرف نہیں سکتا اور (آپریشن اس لیے بھی جائز نہیں) کہ کبھی بندہ گمان کرتا ہے کہ آپریشن میں نقصان نہیں لیکن نقصان ہو جاتا ہے۔

دوسری حالت:

دوسری حالت یہ ہے کہ ماں اور بچہ دونوں مردہ ہیں تو اس وقت بچے کو نکالنے کیلئے آپریشن کرنا ناجائز ہے کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تیسری حالت:

تیسری حالت یہ ہے کہ ماں زندہ ہو اور حمل (بچہ) مردہ ہو تو اس وقت بچے کو نکالنے کیلئے آپریشن کرنا جائز ہے (اگر آپریشن نہیں کریں گے) تو ماں پر نقصان کا خدشہ ہوگا کیونکہ ظاہر سے یہی ثابت ہوا کہ جب بچہ مردہ ہوتا ہے تو بغیر آپریشن کے نہیں نکالا جا سکتا تو اس حمل کا عورت کے پیٹ میں رہنا عورت کے مستقبل کے حمل کو روک دے گا اور عورت پر مشقت ہوگی اور بسا اوقات وہ بغیر شوہر رہ سکتی ہے جبکہ وہ سابق خاوند کی طرف سے عدت میں ہو۔

چوتھی حالت:

اور چوتھی حالت یہ ہے کہ ماں مردہ ہو اور بچہ زندہ ہو اگر بچے کی زندگی کی امید نہ ہو تو آپریشن جائز نہیں ہے اور اگر بچے کے زندہ رہنے کی امید ہے اور بچے کا بعض حصہ نکل آیا تو باقی حصہ کو نکالنے کے لئے ماں کا پیٹ چاک کیا جائے گا اور اگر بچہ کا کچھ حصہ بھی باہر نہ نکلا ہو تو ہمارے اصحاب نے فرمایا ہے:

''کہ حمل کو نکالنے کیلئے ماں کے پیٹ کا آپریشن نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ ''مثلہ'' ہے(1)

اور صحیح بات یہ ہے کہ ماں کے پیٹ کا آپریشن کیا جائے گا اگر بغیر آپریشن کے حمل نکالنا ناممکن ہو اور ابن ھبیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے علامہ مرداوی نے ''الانصاف'' میں فرمایا ہے ''یہی بہتر ہے''(2)

میں کہتا ہوں ہمارے اس دور میں خصوصی طور پر بہتر ہے کیونکہ آپریشن کا اجراء ''مثلہ'' نہیں ہے۔ اس لیے کہ پیٹ کا آپریشن ہوتا ہے پھر اس کو ''سی'' دیا جاتا ہے اور اسی لیے بھی زندہ انسان کی حرمت مردہ کی حرمت سے زیادہ ہے اور اس لئے بھی کہ معصوم کو ہلاکت سے بچانا واجب ہے اور حمل معصوم انسان ہے اس کو بچانا واجب ہے

(واللہ اعلم)

نوٹ: مذکورہ حالات جن میں اسقاطِ حمل کا جواز ہے ان میں خاوند کی اجازت لینا لازمی وضروری ہے۔

---

(1) ''مثلہ'' سے مراد: جسم کے اعضا کو کاٹ دینا مثلاً ناک، کان، ہونٹ، ہاتھ وغیرہ

(2) [دیکھو: الانصاف (556/2)]

خاتمہ

یہاں تک کلام ختم ہوئی جس کا ہم نے اہم موضوع میں لکھنے کا ارادہ کیا تھا۔ ہم نے صرف مسائل کے اُصول وضوابط پر اکتفا کیا ہے۔ وگرنہ ان مسائل کی فروعات اور جزئیات اور جو مسائل اس بارے خواتین کو لاحق ہوتے ہیں وہ بحر بیکراں کی طرح ہیں۔

لیکن دانا اور زیرک آدمی فروعات کو اصول کی طرف اور جزئیات کو کلیات وضوابط کی طرف لوٹانے میں طاقت رکھتا ہے اور وہ دانش منداس کی ہم نظیر کے ذریعہ دوسری اشیاء پر قیاس کرنے والی طاقت وجستجو رکھتا ہے۔

اور مفتی (فتویٰ دینے والا) کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان رسولوں کی دعوت حقہ کو بیان کرنے اور پہنچانے کا ایک واسطہ اور ذریعہ ہے اور جو کچھ بھی کتاب وسنت میں موجود ہے اس بارے وہ مسؤول اور ذمہ دار ہے کیونکہ کتاب وسنت یہ ایسے مصادر شریعت ہیں جن کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کیلئے بندہ کو مکلّف ٹھہرایا گیا ہے۔

اور ہر وہ چیز جو کتاب وسنت کے مخالف ہے وہ غلط ہے اسے اس کے قائل کی طرف رد کرنا واجب ہے اگرچہ اس کا قائل کبھی کبھی معذور مجتہد ہوتا ہے اسے اپنے اجتھاد کا اجر ملے گا لیکن دوسرا آدمی جو اس کی غلطی جاننے والا ہے اس لیے اس کا فتویٰ قبول کرنا ناجائز ہے۔

مفتی کے واجبات:

- مفتی پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حصول کیلئے اپنی نیت خالص کرے اور ہر قسم کے درپیش حادثات وواقعات میں صرف اللہ سے مدد طلب کرنے اور اللہ تعالیٰ سے درستگی کیلئے ثابت قدمی اور توفیق کا سوال کرے۔
- اور مفتی پر واجب ہے کہ اس کے مسائل کی تلاش کی جگہ کتاب وسنت ہونی چاہیے اور وہ

کتاب وسنت میں مسائل دیکھے اور تلاش کرے یا جس میں کتاب وسنت کے فہم پر مبنی اہل علم کی کلام سے مدد لی گئی ہے اس میں مسائل دیکھنے اور تلاش کرے

اور اکثر ایسا ہوتا ہے مسائل میں سے کوئی مسئلہ رونما ہوتا ہے انسان اہل علم کے کلام کی روشنی میں حسب طاقت مسائل تلاش کرتا ہے پھر اس مسئلہ کے حکم کے بارے ایسی کوئی دلیل نہیں پاتا جو اسے مطمئن کر سکے بسا اوقات ان مسائل کا ذکر بالکل نہیں پاتا بس اچانک جب وہ کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کے لئے مسئلہ کا حکم قریب قریب ظاہری طور پر واضح ہو جاتا ہے اور ایسا اخلاص، علم اور فہم وفراست کے حساب سے ہوتا ہے۔

❁ اور ''مفتی'' پر واجب ہے کہ وہ اشکال کے وقت حکم میں تاخیر کرے اور وہ جلدی مت کرے۔ کتنے ایسے حکم ہوتے ہیں جن میں مفتی جلدی کرتا ہے پھر غور وفکر کے بعد اس کے لئے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس حکم میں غلطی پر ہے پھر وہ اس پر نادم وپشیمان ہوتا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو اس نے فتویٰ دیا ہوتا ہے اس میں غلطی کی اصلاح کرنے کی طاقت وسکت نہیں رکھتا۔ لوگ جب مفتی کے اندر حقیقت کی جستجو، بردباری، نرمی اور سنجیدگی جیسی صفات پہچانتے ہیں تو پھر اس کے قول پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کے قول کو معتبر سمجھتے ہیں۔

اور لوگ جب مفتی کو جلدی کرنے والا اور بہت زیادہ غلطی والا دیکھتے ہیں تو جس بارے وہ فتویٰ دیتا ہے اس پر اعتماد نہیں کرتے تو مفتی اپنی عجلت اور غلطی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور لوگوں کو اپنے علم اور درستگی سے محروم رکھتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو ''صراط مستقیم'' کی طرف ہدایت دے۔ اور اپنی خاص عنایت کے ذریعہ ہمیں اپنے ذمہ میں لے لے۔ اور ہمیں اپنی عنایت کے ذریعہ گناہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھے۔ بے شک وہ جود وسخا اور عزت والا ہے۔

اور صلاۃ وسلام ہو ہمارے نبی ﷺ ان کی آل اور تمام صحابہ کرامؓ پر اور تمام تعریفات اس اللہ عزوجل کیلئے خاص ہیں کہ جس کی نعمت کے ساتھ نیک کام تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

یہ رسالہ جمعہ کے دن چاشت کے وقت 14 شعبان 1392ھ کو فقیر الی اللہ محمد بن صالح العثیمین کے قلم سے مکمل ہوا۔

المصادر والمراجع

1.(الأدب المفرد) از امام بخاریؒ ،تحقیق سمیر الزهیری ط: مکتبة المعارف الریاض 1419ھ.

2.(آداب الزفاف)از علامه ألبانی ،ط:دارالسلام الریاض 1423ھ

3.(إرواء الغلیل)از علامه ألبانیؒ ط: المکتب الاسلامی 1405ھ

4.(الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف) از علامه علی بن سلیمان المرداویؒ ط: مطبعة السنة القاهرة 1373ھ

5.(الأوسط) از إمام ابن منذرؒ ،تحقیق الدکتور صغیر احمد ،ط: دار طیبة ،المدینة المنورة

6.(تحفة الأحوذی شرح جامع الترمذی) از علامه عبدالرحمن المبارکپوریؒ ،ط: دارالکتب العلمیة بیروت 1410ھ

7.(تحقیق الترمذی) از علامه أحمد محمد شاکرؒ ،ط:داراحیاء التراث العربی بیروت .

8.(تفسیر ابن کثیر) از إمام ابن کثیرؒ ،ط: دارالکتب العربی بیروت 1422ھ

9.(تقریب التهذیب) از حافظ ابن حجر العسقلانیؒ ،ط:قدیمی کتب خانه کراچی پاکستان .

10 .(تلخیص الحبیر)از حافظ ابن حجرؒ تحقیق عبدالله هاشم الیمانی،ط:دارالمعرفة بیروت لبنان.

11.(تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة) از علامه محمد ناصر الدین الألبانی ،ط: دارالریة الریاض .

12.(تهذیب السنن) از حافظ ابن القیم، تحقیق أحمد محمد شاکر و محمد حامد الفقی، ط:دار المعرفة بیروت.

13.(الجوهر النقی)از علامه ابن ترکمانی ،ط: دارالمعرفة بیروت .

14.(الدماء الطبیعیة للنسآء) از علامه محمد الصالح العثیمین ،ط:مرکز شؤون الدعوة مدینة المنورة1405ھ.

15.(الروضة الندیة) از علامه محمد صدیق بن حسن القنوجی تحقیق عبدالله بن إبراهیم ،ط:المکتبة العصریة .

16.(السنن) از امام ابن ماجة ،ط: دار المعروفة بیروت 1414ھ.

17.(السنن) از امام ترمذی ، مع تحفة الأحوذی ،ط: دارالکتب العلمیة بیروت1410ھ .

18.(السنن) از امام دار قطنی مع التعلیق المغنی ، ط: دارالمحاسن ،القاهره .

19.(السنن) از امام دارمی ،ط: دارالکتب العلمیة بیروت .

20.(السنن) از امام نسائی ، ط: دارالمعرفة بیروت1413ھ .

21.(السنن الکبریٰ) از امام بیهقی و بهامشه الجوهر النقی ،ط: دارالمعرفة ، بیروت .

22.(السیل الجرار) از علامه شوکانی ط:دار الکتب العلمیة بیروت .

23.(الشرح الممتع) از شیخ العثیمین ط: المکتبة الاسلامیة القاهره2002ء

24.(الصحيح لا بن خزيمة) تحقيق الدكتور محمد مصطفى الاعظمى ط: المكتب الاسلامی .

25.(صحیح أبی داود) از علامه ألبانیؒ ط:مكتبة المعارف الرياض 1420ھ .

26.(صحیح أبی داود مفصل) از علامه ألبانی ط: دارغراس الكويت 1423ھ .

27.(الصحيح) از امام بخاریؒ مع فتح الباری ط: دارالريان قاهرة 1407ھ .

28.(الصحيح) از امام مسلمؒ مع شرح النوویؒ ط : دارالخير بيروت 1414ھ

29.(عون المعبود شرح أبی داود) از علامه شرف الحق العظيم آبادی ط: داراحياء التراث 1421ھ .

30.(غوث المكدود تخريج منتقى ابن الجارود) ازابو اسحاق الحوينی ط: دارالكتاب العربی بيروت 1423ھ .

31.(فتح الباری شرح بخاری) از حافظ ابن حجرؒ تحقيق ابن بازؒ ط: المطبعة السلفية .

32.(فقه السنة) از شيخ السابق ط: داراحياء التراث العربی بيروت 1415ھ .

33.(القول المقبول) از عبدالرؤف عبدالسلام ط: دارالاشاعت اشرفيه قصور پاكستان 2000ھ.

34.(المجموع شرح المهذب) از امام نوویؒ ط: داراحياء التراث العربی بيروت 1415ھ.

35.(مجموع الفتاوی) از امام ابن تيميهؒ ط:اولیٰ 1382ھ الرياض.

36.(مجموع فتاوٰی العثیمین) ترتیب فهد بن ناصر ط: دار الوطن الریاض 1411ھ .

37.(محلی) از امام ابن حزمؒ دار الآ فاق الجدیدة .

38.(مختصر الشمائل المحمدیة) از علامه البانیؒ ط: مکتبة المعارف 1422ھ .

39.(المسند) از امام أحمدؒ ط: دار الباز مکه المکرمة 1398ھ.

40.(المسند) از امام شافعیؒ ط: دارالکتب العلیمة بیروت.

41.(المغنی) از امام ابن قدامةؒ ط: دار الکتب العلمیة بیروت.

42.(المنتقی لا بن الجارود) از امام ابن جارود تحقیق لجنة من العلماء ط: دارالقلم .

43.(نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار) از امام شوکانیؒ ط: دار احیاء التراث العربی بیروت .

44.(نصب الرایة تخریج الهدایة) از امام زیلعی الحنفی ط:المکتبة الاسلامیة 1393ھ .

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اسلام اپنے ماننے والوں کی دنیا وآخرت میں خیر خواہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اسلام سے رہنمائی کے طلب گار ہی دنیا میں بامقصد زندگی اور آخرت میں جنت کے حصول میں کامیابی حاصل کر پاتے ہیں۔

زیر نظر کتاب خواتین کے طبعی اور باپردہ مسائل واحکام پر مبنی ایک دستاویز ہے۔جس میں خواتین کے اہم ترین مسائل کو سابق مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ محمد بن صالح العثیمین ؒ نے پہلی بار یکجا کیا ہے۔اس کتاب کے مطالعہ سے خواتین اپنے اہم ترین مسائل سے روشناس ہوں گی اور پاکیزہ زندگی کی طرف ان کی ایک بامقصد پیش رفت بھی ہوگی۔نیز اس مختصر سی کتاب کو اُمت کے ہر گھر میں ہونا ازبس ضروری ہے تاکہ شریعت کے عین مطابق پاک صاف اور لطیف ونفیس زندگی گزاری جاسکے۔

قاریہ شہلا شیخ (رئیسہ)
جامعة الاحسان الاسلامية للبنات ملتان

ISBN 969933713-3
9789699337130

ناشر
عبداللہ حنیف
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز ملتان
0300-6301040